رجسٹرڈ نمبر اے
۸۰۳

انما انا قاسم والله یعطی

مرکز علوم اسلامیہ دارالعلوم دیوبند

کا

ماہوار رسالہ

دارالعلوم

زیر نگرانی

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

مرتبہ
قاضی خلیق احمد صدیقی

ماہنامہ

سالانہ
چندہ
تین روپے
۳؎

قیمت فی پرچہ
۴؎
بیرون ہند سے باضافہ
محصول ڈاک

دارالعلوم

نصب العین

(۱) تعلیمات اسلام کو سہل اور دلنشین پیرایہ میں پیش کر کے مسلمانوں میں صحیح مذہبی ذہنیت پیدا کرنا۔
(۲) اسلام کے قدیم و جدید مخالفوں کے حملوں کی بطریق احسن مدافعت کرنا۔
(۳) دقیق علمی مسائل کے متعلق علمائے دیوبند کے محققانہ مقالات پیش کرنا
(۴) حالات دارالعلوم سے معاونین و متوسلین دارالعلوم کو باخبر رکھنا۔

فہرست مضامین

جلد ۵ | بابت ماہ ربیع الثانی و جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق ماہ اپریل و مئی ۱۹۴۶ء | شمارہ ۴ و ۵

کوائف دار العلوم

واجب الاحترام معاونین وخریداران رسالہ اور ناظرین کرام کو اس حقیقت سے باخبر کرنا نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ رسالہ دار العلوم کی اشاعت چھ ماہ کے طویل عرصہ تک جو معرض التوا میں رہی اس میں ادارہ کا سہو و قصور نہیں بلکہ وہ ایک غیر اختیاری مجبوری تھی جس کی وجہ سے ناظرین رسالہ کو اس طویل عرصہ تک انتظار کی زحمت برداشت کرنی پڑی۔

ماہ ذی قعدہ سنہ ۶۳ھ میں جس وقت رسالہ کی خدمت احقر کو تفویض کی گئی اس وقت سابق مدیر صاحب کی بعض دیگر مصروفیات کے باعث مسلسل پانچ ماہ سے رسالہ کی اشاعت معرض التوا میں تھی۔ ادارت رسالہ کے فرائض جب احقر سے متعلق ہوئے تو حسب ضابطہ حکومت سے جدید اجازت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے فوری طور پر ضابطہ کی درخواستیں مرکزی حکومت اور جناب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب ضلع سہارنپور کی خدمت میں پیش کی گئیں ذاتی طور پر بھی کئی مرتبہ دہلی اور سہارنپور جا کر سعی کی گئی تب بمشکل تمام آخر ماہ مارچ میں اجازت نامہ اشاعت حاصل ہوا۔ اجازت نامہ کے حصول کے بعد نو ماہ کے رسائل کا شائع کرنا نہایت دشوار امر تھا ایک طرف کاغذ کی قلت، دوسری طرف مطابع میں کار طباعت کی کثرت، تیسرے دیوبند میں خوشنویس ارباب فن کی کمی۔ ان مجبوریوں کے باعث رجب لغایۃ ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ چھ ماہ کی اشاعت کو مجبوراً ملتوی کر کے محرم۔ صفر و ربیع الاول سنہ ۶۵ھ تین ماہ کا رسالہ یکجائی شائع کیا گیا۔ اور مجبوراً اس مرتبہ بھی دو ماہ کا رسالہ یکجائی شائع کیا رہا ہے اب بفضلہ تعالیٰ حالات رو باصلاح آ گئے ہیں انشاء اللہ ماہ رجب سے ہم ماہ بماہ رسالہ وقت پر شائع کر سکیں گے۔

قدیم معاونین وخریداران رسالہ کی رقوم چندہ کے متعلق رجسٹر حسابات میں اصلاح کر دی گئی ہے جس زمانہ میں رسالہ شائع نہیں ہوا اس کی کوئی رقم محسوب نہیں کی جائیگی۔

حسب معمول امسال بھی دار العلوم میں ششماہی امتحان طلباء کا سلسلہ ۳ جمادی الاول لغایت ۹ جمادی الاول جاری رہا اور ۱۰ جمادی الاول سے باقاعدہ تعلیم وتدریس کا سلسلہ جاری ہوگیا۔

دار الصنائع کا افتتاح جناب مولانا عبد الغفور صاحب ترکستانی نے دار العلوم کو ایک جلد سازی کی مشین مع دیگر ضروری سامان جلد سازی کے مرحمت فرمائی ہے

چنانچہ حسب الحکم حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ سے شعبہ جلد سازی کا قیام عمل میں آگیا ہے۔ سردست احاطۂ دارالسلام میں اس شعبہ کے لئے تین کمرے مخصوص کر دیئے گئے ہیں شعبہ کی رسم افتتاح حضرت مہتمم صاحب نے اپنے دست مبارک سے فرمائی جس میں حضرت نائب مہتمم صاحب اور دیگر نظمائے شعبہ جات بھی شریک تھے توقع کی جاتی ہے کہ شوال ۱۳۶۵ھ تک اس شعبہ کے باقاعدہ منظم ہو جانے کے بعد دیگر شعبہ جات صنعت مثل خیاطی، چرم سازی۔ نجاری وغیرہ کا بھی آغاز کیا جا سکے گا۔ شعبۂ جلد سازی کے بعد اب عنقریب جلد شعبۂ خیاطی ... کے افتتاح کی تجویز ہے اگر ارباب خیر نے توجہ فرمائی اور چند مشینیں خیاطی کی بطور عطیہ مرحمت فرما دیں تو امید ہے کہ جلد ہی اس شعبہ کا افتتاح بھی کیا جا سکے گا۔ دارالصنائع کے لئے مستقل عمارت کی سخت ضرورت ہے جس کا نقشہ و تخمینہ مرتب کرا لیا گیا ہے اگر ارباب خیر نے توجہ فرمائی تو امید ہے کہ مستقل قریب میں دارالصنائع کی ابتدائے ضروریات کے قابل عمارت تعمیر ہو سکے گی۔

دارالافتاء کی جدید عمارت

ایک عرصہ سے دارالافتاء کے لئے ایک وسیع عمارت کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی الحمدللہ کہ بعض ارباب خیر کی توجہ سے دارالافتاء کی جدید عمارت کا سلسلہ مسجد دارالعلوم کے شمالی افتادہ قطعہ میں شروع ہو گیا ہے امید ہے کہ جلد یہ عمارت مکمل ہو کر دارالافتاء اس میں منتقل ہو سکے گا اور ایک مدت مدید سے دارالافتاء میں جگہ کی تنگی کے باعث جو غیر معمولی تکلیف تھی وہ دور ہو جائیگی۔

دارالعلوم کی تبلیغی خدمات

ماہ ربیع الاول و ربیع الثانی و جمادی الاول میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہٗ کے نام دعوت نامے موصول ہونے پر۔ بجنور نئی دہلی، سردار شہر (ریاست بیکانیر) جالندھر، سرہند، ریاست بھوپال، ریاست کوردائی۔ بھوساول کے تبلیغی جلسوں میں شرکت فرمائی۔ دہلی۔ سردار شہر۔ اور جالندھر کے جلسے خصوصیت کے ساتھ نہایت شاندار اور کامیاب رہے نئی دہلی کے جلسہ میں جدید تعلیم یافتہ حضرات اور محکمہ سکریٹریٹ کے عہدیداران و عمائدین بکثرت شریک ہوئے اور حضرت موصوف کی پر اثر تقریر دلپذیر سے بیحد محفوظ و متاثر ہوئے۔ اس سے قبل بھی نئی دہلی میں کئی مرتبہ سیرت النبی کے جلسے منعقد ہوئے اور متعدد علماء کرام نے اس مخصوص موضوع پر بہترین تقریریں فرمائیں مگر حاضرین کی تعداد ہمیشہ زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار تک رہی مگر اس مرتبہ حضرت موصوف کی تقاریر میں مجمع ۱۵، ۲۰ ہزار تک پہونچ گیا اور خصوصیت کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ طبقے کے

لوگ بکثرت شریک ہوئے۔

احقر نے گذشتہ تین ماہ میں ناگپور (سی پی) ریاست کوٹہ۔ ریاست بوندی (راجپوتانہ) اسمٰعیل گنج آر آباد۔ مظفر نگر، کرنال، گھرونڈہ، پانی پت، سردھنہ۔ کھاتولی ضلع مظفر نگر وغیرہ کے تبلیغی جلسوں میں شرکت کی ان میں سے ناگپور اور ریاست کوٹہ کے جلسے زیادہ شاندار اور کامیاب رہے اور ان تمام جلسوں میں بحیثیت مجموعی مختلف عنوانات پر احقر کی ۳۵ تقریریں ہوئیں۔

مولانا سیف اللہ صاحب ہاشمی مبلغ دار العلوم نے ریاست جیند کے تبلیغی جلسہ میں شرکت فرمائی جہاں مولانائے موصوف کی چھ تقریریں ہوئیں جو کامیاب اور مقبول رہیں۔ چونکہ شعبہ تبلیغ کے حضرات مبلغین میں سے حضرت مولانا عبد الجبار صاحب و حضرت مولانا عزیز احمد صاحب اس زمانہ میں مسلسل رخصت پر رہے اس لئے اکثر مقامات کے جلسوں میں عدم شرکت کیلئے معذرت نامے ارسال کئے گئے اور بعض مقامات پر باوجود درس و تدریس کی اہم مصروفیات کے حضرات مدرسین میں سے حضرت مولانا فخر الحسن صاحب و حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب نے شرکت فرما کر جلسوں کو کامیاب بنایا۔

حضرت شیخ الحدیث کی مراجعت دیوبند

علامۃ الوریٰ شیخ الاسلام حضرت مولانا الحاج سید حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ العالی شیخ الحدیث و صدر المدرسین دار العلوم دیوبند طویل رخصت کے بعد اوائل جمادی الاولیٰ ۱۳۶۵ھ میں مراجعت فرمائے دیوبند ہوئے اور تدریس حدیث کا وہ شاندار سلسلہ جاری فرمایا جس کا طلباء دورۂ حدیث کو ایک عرصے سے نہایت بے چینی کے ساتھ انتظار تھا حضرت موصوف کی عدم موجودگی میں حضرت مولانا فخر الدین صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ مرادآباد قائم مقامی فرماتے رہے اور طلباء حدیث ہر طرح سے مطمئن رہے مگر وہ مخصوص شان محبوبیت جو حضرت حق جل مجدہٗ نے شیخ مدنی مدظلہ کو عطا فرمائی ہے طلباء کی نگاہیں بے چینی کے ساتھ برابر اسکی متجسس رہیں اور حضرت موصوف کی عدم موجودگی کو ہر وقت طلباء اساتذہ اور جملہ متوسلین دار العلوم برابر محسوس کرتے رہے۔ فالحمد للہ کہ حضرت شیخ مدظلہ کی تشریف آوری سے ہر طرف فرحت و خوشی اور ایک غیر معمولی طمانیت و قلبی سکون کے آثار نمایاں ہیں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے عرصۂ دراز تک دار العلوم کو فیضیاب فرماتا رہے آمین ثم آمین

دار الافتاء دار العلوم کی خدمات

دار العلوم دیوبند کے فتاویٰ کو تمام ملک میں جو اہمیت

جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں روزانہ صدہا استفتاء باہر سے آتے ہیں جنکا جواب حتی الامکان ہمروزہ ہی ارسال کر دیا جاتا ہے۔ دار العلوم کے مفتی اعظم استاذ الاساتذہ حضرت شیخ الادب والفقہ مولانا محمد اعزاز علی صاحب ادام اللہ فیوضہم العالی کی مستعدی و مصروفیت کا یہ عالم رہتا ہے کہ بسا اوقات شب کو بھی کئی کئی گھنٹے دار الافتاء میں وقت افروز رہکر فتاوی تحریر فرماتے ہیں ایام تعطیلات میں بھی اکثر مع اپنے نائبین و محررین کے دار الافتاء کے کام کو برابر جاری رکھتے ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ آئندہ ماہ سے کم از کم آٹھ صفحات پر ہر ماہ دار الافتاء کے اہم اور مفید فتاوے رسالہ میں شایع کیا کریں تاکہ عامۃ المسلمین اور اہل علم حضرات دونوں اُن سے یکساں طور استفادہ کر سکیں۔

عربی مقالات کا سلسلہ

بعض اہل علم حضرات اور ہمارے نشی عزیز طلبائے دار العلوم کا اصرار ہے کہ ماہنامہ "دار العلوم" میں عربی مقالات" کا سلسلہ بھی جاری کیا جائے یہ تجویز حضرت مہتمم صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں پیش کی گئی اور حضرت موصوف نے بھی اس کو پسند فرمایا امید ہے کہ عنقریب ہی عربی مقالات کا سلسلہ شروع کر دیا جائے گا جسمیں دار العلوم کے فاضل اساتذہ کرام کے علاوہ طلباء دار العلوم کے مقالات بھی ہونگے

شعبۂ تعمیرات کی متفرق ضروریات

متوسلین و بہی خواہان دار العلوم سے یہ امر مخفی نہیں کہ دار العلوم میں قدیم الایام سے انتہائی احتیاط کے ساتھ اس امر کو بطور خاص ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ جو حضرات معاونین دار العلوم جس مد میں کوئی امدادی رقم عطا فرماتے ہیں وہ ہمیشہ معطی کی منشاء کے مطابق ہی صرف کی جاتی ہے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کبھی بھی اپنی رائے اور اختیارات خصوصی سے اس میں کوئی تغیر و تبدل اور تصرف نہیں فرماتے بصورت موجودہ شعبۂ تعمیرات کیلئے جو امدادی رقوم و عطایا موصول ہوتے ہیں وہ اکثر و بیشتر کسی مستقل عمارت مثل درسگاہ، کمرہ، حجرہ وغیرہ کیلئے موصول ہوتے ہیں جو معطی کے منشاء کے مطابق صرف کئے جاتے ہیں۔ متفرق تعمیری کاموں کے لئے اکثر دشواریاں پیش آتی ہیں اور اشد ضرورت پیش آنیکی صورت میں بعض وہ رقوم جو معطی حضرات حسب رائے حضرت مہتمم صاحب مدظلہ صرف کرنے کے لئے ارسال فرماتے ہیں انمیں سے اس قسم کے متفرق کاموں کی منظوری دیجاتی ہے اس وقت شعبۂ تعمیرات میں اس قسم کے متفرق کاموں کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے برسات کا موسم قریب ہے نالوں اور نالیوں کی درستی و مرمت، طلباء کے رہائشی حجروں کی سفیدی و ضروری

مرمت اور اسی قسم کے دیگر متفرق کاموں کی تکمیل کی بطور خاص ضرورت ہے امید ہے کہ ارباب خیر و بہی خواہان دار العلوم اس کار خیر کی تکمیل کیلئے خصوصی توجہ فرما کر ثواب دارین حاصل فرمائینگے

آسمان ہدایت کے ستارے

(از جناب اخگر صاحب اڈیٹر آئینہ لکھنؤ)

نبیؐ کے صحابہ کا رتبہ بڑا ہے ہر ایک ان میں ہادی ہر ایک رہنما ہے
شریعت کی راہوں پہ ہم کو چلایا صحابہؓ کا احسان ہم پر بڑا ہے
انھیں کا ہے دنیا میں ہم کو سہارا انھیں کا ہمیں حشر میں آسرا ہے
وہ جنت کا ہے اور جنت ہے اوسکی جو نامِ صحابہ پہ دل سے فدا ہے
جناب ابو بکرؓ کو شاہ دیںؐ نے حبیب اپنا کہہ کر مخاطب کیا ہے
کیا زیر ایران و روم و عرب کو عمرؓ کی شجاعت کا ڈنکا بجا ہے
زباں پر نہ کیوں نام عثمانؓ آئے ہمیں ان کے ہاتھوں قرآں ملا ہے
اکھاڑا ہے خیبر کے در کو علیؓ نے اسی سے لقب اون کا خیبر کشا ہے
ابو بکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ علیؓ سے منور چراغِ ہدایت ہوا ہے
مدینہ کی گلیوں میں دم میرا نکلے یہی دل کا ارماں یہی مدعا ہے

ثنائے صحابہؓ کئے جاؤ اخگر
زمانہ بڑے شوق سے سُن رہا ہے

فاتح شام حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

از جناب مولانا اثر۔ زبیری لکھنوی

وہ مساواتِ مجسّم وہ کمالِ انکسار
ایک منزل تک پیادہ ایک منزل تک سوار
تن پہ بوسیدہ قبا مٹھی میں اشتر کی مہار
بادشاہوں سے زیادہ جس کے خادم کا وقار
بیت مقدس کی طرف اس شان سے آتا ہے آج
قصر اسرائیل کا ہر ذرہ تھرّاتا ہے آج

جس کی ہیبت سے عراق و شام لرزاں وہ عمرؓ
جس کے دل میں شمع ایمانی فروزاں وہ عمرؓ
جس کی تدبیریں تھیں ملت کی نگہباں وہ عمرؓ
جس کے دم سے قسمتِ مسلم درخشاں وہ عمرؓ
جس کی تعمیروں پہ قایم ہے بنا اسلام کی
جس نے دنیا میں اشاعت کی خدا کے نام کی

دیدنی ہے فاتحِ عالم کی آمد کی ادا
جسمِ شاہانہ پہ کرتہ سترہ پیوند کا
زہد میں ڈوبا ہوا ہے دل نگاہیں پارسا
مہوشانِ شام اگر بالائے بام آئیں تو کیا
یہ نگاہیں تو ہیں شیدائی رسول اللہ کی
زمزم و تسنیم کی مخمور کوثر کی دھلی

وہ جوانِ پاک دل جانِ عرب شانِ عجم
فخرِ ملت فخرِ دیں، فخرِ یقیں، فخرِ حرم
ہاں! امینِ عشقِ پیغمبرؐ تھی جس کی چشمِ نم
فتح و نصرت چومتی تھی جس مجاہد کے قدم
آرہا ہے یوں سوادِ شام کے آغوش میں
جان جس صورت سے آجائے تنِ خاموش میں

جس کے سر پہ سایۂ چترِ پیمبرؐ وہ عمرؓ
جس کی آنکھوں میں سرورِ جامِ کوثر وہ عمرؓ
جس کی تدبیریں معینِ دینِ داور وہ عمرؓ
جس کی شمشیریں عدوِّ جانِ قیصر وہ عمرؓ
کس نرالی شان سے کس آن سے آتا ہے آج
یہ زمیں کیا چیز ہے گردوں بھی تھرّاتا ہے آج

خاکساری میں عیاں کشورکشائی کا سماں
نازشِ ملبوسِ کسریٰ ہیں عبا کی دھجیاں
کیا ضرورت تھی کہ کھنچتی تیغ اور اٹھتی سناں
کھل گیا قلعہ کا در، لے آئے حاجب کنجیاں

شان یہ ہوتی ہے فاتحِ دیارِ شام کی
اللہ اللہ کیا ادا تھی محسنِ اسلام کی

اے قتیلِ خنجرِ بے دین و طماع مرحبا
اے شہیدِ غمزۂ لیلائے طیبہ مرحبا
تھی رسول اللہ کو تیری تمنا مرحبا
تجھ سے پایندہ بنائے دینِ بیضا مرحبا

ہے ترے ایمان کا شہرہ سرِ افلاک پر
تہنیت دینے کو آئے ہیں ملائک خاک پر

غرقِ حیرت ہے تری سطوت سے تاریخِ ملل
تھا سلیماں کی طرح سے باد و باراں پر عمل
یاں مدینہ میں کہا خطبہ میں قولِ الجبل
واں عدو ساریہ ایراں میں تھے نذرِ اجل

تیری ہیبت سے تھی لرزاں قومِ اسرائیل بھی
ہاں ترے اعجاز کا شاہد ہے رودِ نیل بھی

آبروئے دیں ہے وابستہ ترے داماں کیساتھ
آرزوئے مصطفےٰ شاداں ترے ایماں کیساتھ
گفتگو کتنی مشابہ ہے تری قرآں کیساتھ
مل گئی تیری رضا خود مرضیِ رحمٰن کے ساتھ

دہر میں ظالم اماں زنہار پا سکتا نہیں
تیرے احساں کو دلِ مسلم بھلا سکتا نہیں

طبعِ عالی کو نہ گو مرغوب تھی شانِ شہی
پھر بھی خائف تھا عجم کا رعب روما کی شہی
جسمِ نازک پر لباسِ پارہ پارہ ہی سہی
قیصر و کسریٰ پہ لیکن دھاک بیٹھی ہی رہی

خاک پر بیٹھے ہوئے عالم کی سلطانی بھی کی
ہاں جہانگیری، جہانداری، جہانبانی بھی کی

اے تری قسمت درخشاں تیری فطرت ارجمند
اے تری ہمت نے ڈالی بامِ رفعت پر کمند
تیری غیرت کو نہ تھی باطل کی محکومی پسند
تجھ کو دیتا ہے دعا ملت کا قلبِ دردمند

مرہمِ زخمِ دلِ ملت ترا ایمان ہے
حق کی آزادی ترے اسلام کا اعلان ہے

اے جمالِ سرورِ کونین ؐ کے آئینہ دار   اے کمالِ تاجداری اے جلالِ کردگار
اے کہ تیرا عہد زریں نازشِ لیل و نہار   اے کہ تیرا لطف و احساں رحمتِ پروردگار

تو سراپائے رسول اللہ کی تصویر ہے
عرش پر لکھے ہوئے فرمان کی تفسیر ہے

مدح خوانی کو تری نطقِ نبیؐ درکار ہے   تر زباں مدحت میں تیری خود لبِ سرکار ہے
منقبت تیری اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ ہے   تو جہاں میں وارثِ تمکینِ یارِ غار ہے

مرحمت تیری شہیدِ کربلا سے پوچھیے
مرتبت تیری لبِ زین العباؒ سے پوچھیے

تھے ترے نورِ نظرِ آقا کے دونوں نورِ عین   وہ گلِ ریحانِ حسنؓ وہ لالۂ رنگیں حسینؓ
جب مہیا کر دیا ان کے لئے ہر طرح چین   تجھ سے راضی کیوں نہ ہو محبوبِ رب شاہِ مشرقین

خاطریں منظور تھیں مہر کے نور عین کی
مہر ہے محضر پہ تیرے الفتِ حسنین کی

اسالیب بیان

ازمولانا عزیز احمد صاحب (بی اے جامعہ۔ فاضل دیوبند) مبلغ دارالعلوم دیوبند

گذشتہ سے پیوستہ

ج خاموشی ہی میں ہم نے دیکھی ہے مصلحت اب
ہر ایک سے حال دل کا سنا کہا زبان سے — میر تقی میر

د سرھانے میر کے آہستہ بولو — ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے (میر تقی میر)

ر مقدور بھر تو ضبط کروں ہوں پہ کیا کروں
منہ سے نکل ہی جاتی ہے ایک بات پیار کی — میر تقی میر

س تم میرے پاس ہوتے ہو گویا — جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا — مومن

ش دل کو کیا کیا سکوں ہوتا ہے — جب کوئی مدعا نہیں ہوتی — جگر مرادآبادی

(ا) انحراف بجانب تفریط

بعض مضمون نگار یا شاعر اپنے مافی الضمیر کو سیدھی سادی طرح نہیں ادا کرتے بلکہ گھما پھرا کر کہتے ہیں اور گول مول الفاظ کہتے ہیں۔ رہتے تو ہیں وہ اصل موضوع ہی پر مگر اسے بیان کرنے کا جو طریقہ ہوتا ہے وہ گول مول سا بعض تو اپنے موضوع سے بہک جاتے ہیں اور ان کے کلام میں بے ربطی پیدا ہو جاتی ہے۔

(ا) **پھیرا** جب مضمون نگار اپنا مطلب سیدھے سادے الفاظ میں بے تکلفانہ طور سے نہیں ادا کرتا تو اسے پھیر کہتے ہیں۔ اس اسلوب میں کنایات، مشہور مقولوں اور تلمیحات سے بہت زیادہ کام لیا جاتا ہے۔

مثال نثر۔

(ا) صبح کے نورِ ظہور کو دیکھ کر رونا "دیگ مشرق سے دردا بلنے لگا" یا "دریائے سیماب موج مارنے لگا" یا "کوئی مشرق سے کافور اڑاتا آتا ہے" یا "صبح بتاشیر بکھیرتی آتی ہے"

(ب) آفتاب نکل آیا اور کرنیں ابھی نہیں پھوٹیں تو یہ کہنا "سنہری گیند ہوا میں اچھالی" یا "صبح طلائی تھال سر پر دھرے آتی ہے"

(ج) شام کو شفق کی بہار دیکھکر کہنا "مغرب کی چھپر کھٹ میں آفتاب نے آرام کیا اور شنگرفی چادر تان کر سو رہا" "جام فلک خون سے چھلک رہا ہے" "نہیں! مغرب کے ایوان میں آگ لگ گئی ہے"

(د) رات میں چاند ستاروں کو دیکھکر کہنا "لاجوردی چادر میں ستارے ٹنکے ہوئے ہیں" یا "دریائے نیل میں نور کا جہاز چلا جاتا ہے" یا "روپئے کی مچھلیاں تیرتی پھیرتی ہیں"

(س) زبانی ضمخانہ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاوداں کا آخری نغمہ خواں عندلیب، نظارہ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستور ازل کے چہرہ زیر نقاب کا پہلا بند کشا، زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے"

(مولانا سید سلیمان ندوی)

---

(۲) **بے ربطی** بے ربطی میں مضمون نگار اپنے اصل مقصد پر قائم نہیں رہتا اور کچھ بہکی بہکی سی باتیں کرتا ہے۔ کبھی موضوع سے ہٹ جاتا ہے اور پھر موضوع پر آجاتا ہے اور پھر دور جا پڑتا ہے۔

مثال (۱)۔

کب شعلہ خس نور کی قندیل کو پہونچے　　اڑکر نہ مگس طنطنہ رفیل کو پہونچے
پشہ کا نہ غل صر ر سرافیل کو پہونچے　　بلبل نہ لب و لہجہ جبریل کو پہونچے
ارباب سخن پر جو سخن در ہے ہمارا
القاب سخن سنج و سخن در ہے ہمارا　　(مرزا دبیر)

یہاں شعلہ کا مقابلہ قندیل سے کیا گیا ہے۔ حالانکہ مقابلہ ہونا چاہیے تھا قندیل کی روشنی

سے پرواز کو طنطنہ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ اسی طرح بلبل کو جبریل سے کوئی مناسبت نہیں

(ب) حامی جو سلیمان دو عالم نظر آئے	مضمون جو عنقا تھے وہ پر جوڑ کے آئے
طاؤس تصور کی طرح دل میں در آئے	شیشہ میں پری زاد معانی اتر آئے

یاقوت بدخشاں سے در آتے ہیں عدن سے
لعل اگلوں گا میں طائر سدرہ کے دہن سے	(مرزا دبیر)

اس بند میں حضرت سلیمان کو عنقا سے کیا تعلق ہے؟ تصور کی تشبیہ طاؤس سے کس بناء پر ہے؟ اور پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ عنقائے مضمون دل میں اس طرح اتر آئے جس طرح طاؤس تصور دل میں اترتا ہے۔ طاؤس دل میں نہیں اترتا اور اگر یہ اترتا تصور کے طاؤس ہونے کی بناء پر ہے تو مضمون کا عنقا خود دل میں اتر سکتا ہے۔ طاؤس کی مشابہت کی کیا ضرورت ہے ٹیپ میں عجب بے ربطی ہے لعل اگل تو رہا ہے شاعر مگر وہ اگلتا ہے طائر سدرہ کے دہن سے۔

(ج) شاہد ہیں وہ صحیح ہیں جن لوگوں کے مذاق
طاقت تھی ناظموں کی دم نظم ان سے طاق
اس مسئلہ میں ہو چکا تھا ہر طرف نفاق
وحدت پہ ان کی کر لیا تھا کل نے اتفاق
مستجمع جمیع صفات و کمال تھے
مشرک بھی کہتے ہیں کہ عدیم المثال تھے	(مرزا دولھا)

اس بند کے پہلے چار مصرعوں میں آپس میں کوئی ربط نہیں ہے۔

(د) لوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں
مورچہ مخمل میں دیکھا آدمی بادام میں	(انشاء)

۳۔ کلام موجز

فن تحریر کا تقاضہ یہ ہے کہ الفاظ جیسی بیش قیمت شے کو ضائع نہ کیا جائے بلکہ ما فی الضمیر

کو ادا کرنے کے لئے کم سے کم الفاظ استعمال کئے جائیں لیکن جس طرح ضرورت سے زیادہ الفاظ کا استعمال کلام کو معیوب بنا دیتا ہے ۔ اسی طرح ضرورت سے کم لفظوں کا استعمال مقصد کو صاف طور سے ظاہر نہیں ہونے دیتا ۔ الفاظ نہ اس قدر زیادہ ہوں کہ بیجا طول ہو جائے اور نہ اتنے کم ہوں کہ پڑھنے والا مطلب ہی نہ سمجھے ۔ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی کو ادا کیا جائے اس اسلوب کو مقصد یہ ہوتا ہے کہ جملہ یا شعر لوگوں کی زبان پر چڑھ جائے اسی لئے اس میں کم سے کم الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں جو صاف ، سہل ، اور جامع ۔ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو ذہن کو اپنے معنی کے علاوہ دوسرے متعلق خیالات کی طرف بھی منتقل کرتے ہیں ۔ مرزا دبیر کا ایک بند ملاحظہ ہو ۔

نادان کہوں دل کو کہ خردمند کہوں ۔۔۔ یا سلسلۂ وضع کا پابند کہوں
ایک روز خدا کو منھ دکھانا ہے دبیر ۔۔۔ بندوں کو میں کس منھ سے خداوند کہوں

کسی شاعر نے اسی مضمون کو صرف دو مصرعوں میں یوں ادا کیا ہے

دل کو ناداں کہوں یا وضع کا پابند کہوں ۔۔۔ مجھ سے ہوتا نہیں بندوں کو خداوند کہوں

ایجاز کے سبب سے ان دو مصرعوں میں روانی اور اثر بھی رباعی کی بہ نسبت زیادہ ہو گیا ہے اسی طرح میر کا ایک شعر ہے ۔

خدا جانے ہمیں اس بیخودی نے کس طرف پھینکا
کہ مدت ہو گئی ہے کھینچتے ہیں انتظار اپنا (میر)

اسی مضمون کو کسی نے مختصر الفاظ میں یوں بیان کیا ہے

بیخودی لے گئی کہاں ہم کو ۔۔۔ دیر سے انتظار ہے اپنا

دوسرے شعر میں ایجاز ہے ۔ مطلب میں کوئی کمی نہیں ہوئی اور کلام کے حسن و اثر میں اچھا خاصہ اضافہ ہو گیا ۔

ایک اور مثال ایجاز کی حسب ذیل اشعار ہیں

کل پاؤں ایک کاسۂ سر پر جو آ گیا ۔۔۔ یکسر وہ استخوان شکستوں سے چور تھا
کہنے لگا کہ دیکھ کے چل راہ بے خبر ۔۔۔ میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا (میر)

اسی مضمون کو نظیر اکبر آبادی نے نظم کیا ہے مگر دیکھئے کتنا طویل ہو گیا

ایک دن اک استخوان اوپر پڑا میرا جو پاؤں
کیا کہوں غفلت میں کیا کیا مجھکو اسدم دھیان تھے

پاؤں پڑتے ہی غرض اس استخواں نے آہ کی
اور کہا غافل کبھی ہم بھی تو صاحب جان تھے

دست و پا، بازو، سر و گردن، شکم، پشت و کمر
دیکھنے کو آنکھیں اور سننے کی خاطر کان تھے

ابرو و بینی، جبیں، نقش و نگار و خال و خط
لعل و مروارید سے بہتر لب و دندان تھے

رات کے سونے کو کیا کیا نرم و نازک تھے پلنگ
بیٹھنے کو دن کے کیا کیا طاق اور ایوان تھے

لگ رہے تھے دل کہیں چنچل پری زادوں کیساتھ
کچھ کسی سے عہد تھے اور کچھ کہیں پیمان تھے

ہو رہے تھے قہقہے اور مچ رہے تھے چہچہے
ساقی و ساغر صراحی، عطر دان و پان تھے

ایک ہی چکر اجل نے آن کر ایسا دیا...
پھر نہ ہم تھے اور نہ یہ سب عیش کے سامان تھے

ایسی بے دردی سے ہم پر پاؤں مت رکھ اے نظیر
او میاں ہم بھی کبھی تیری طرح انسان تھے

(نظیر اکبر آبادی)

میر تقی میر کے مذکورہ بالا اشعار میں "سر پر غرور" کے ٹکڑے نے نظیر کے تمام مضمون کو ادا کر دیا۔

مثال ۔۔ ا۔نثر

(۱) محسن الملک کے خطوں میں جوانی، بے چینی اور تلون ہے۔ اور وقار الملک کے خطوں میں بڑھاپے کی دانائی اور دور اندیشی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ محسن الملک ہمیشہ جوان رہے اور وقار الملک سدا کے بڈھے تھے۔

(مولوی عبد الحق)

مثال ۱۔ ۲۔ نظم

(۲) مقام ہو کا ہے جس پہ جا نگاہ پڑتی ہے
حضور کے در دولت پہ خاک اڑتی ہے

اس ایک شعر میں شاعر نے کتنی چیزیں سمو دیں۔ "حضور" کے لفظ سے حضرت امام حسین رض شاہانہ شان و شوکت اور ان کے لشکر کا دبدبہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ "در دولت" سے خیام حسینی کی عظمت، ان کی آبادی، اور ان کے مکینوں کا جلال نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے دوسری طرف "ہو کا مقام" سے حد کی ویرانی اور غضب کا سناٹا چھا جاتا ہے۔ اسی

طرح فارسی کا ایک شعر ہے۔

پردہ داری می کند بر طاق کسریٰ عنکبوت — بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

(ب) طوطا بن کر شجر پہ آ کر — پھل کھا بشر کا روپ پا کر
پتے، پھل، گوند، چھال لکڑی — اس پیڑ سے لیکے راہ پکڑی
پنڈت دیا شنکر نسیم

(ج) گھر بار سے کیا فقیر کو کام — کیا لیجئے چھوڑئے گاؤں کا نام
پوچھا کہ سبب؟ کہا کہ قسمت — پوچھا کہ طلب؟ کہا قناعت
(پنڈت دیا شنکر نسیم)

د سب پہ جس بار نے گرانی کی.. — اس کو یہ ناتواں اُٹھا لایا..
میر تقی میر

ر خیال آتے ہی چشم مخمور کا... — صراحی لئے آفتاب آگیا
میر تقی میر

(۲) انحراف بجانب تفریط

اطناب ایک مضمون ہے جسے مختصر الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کو ادا کرنے کے لئے صاحب تحریر نے ضرورت سے زیادہ الفاظ، غیر ضروری تفصیلات، اور مثالیں استعمال کیں۔ ایسے طرز تحریر کو اطناب کہیں گے۔ مثال کے لئے نظیر اکبر آبادی کی وہ نظم جو کلام موجز کے بیان میں گذر چکی ملاحظہ ہو۔

(ا) "لیکن یہ سعادت اُخروی ازل ہی سے ......، نواب سلطان جہاں بیگم تاج الہند، فرمانروائے بھوپال ...... کے لئے مقدر تھی۔ اس لئے وہ سب سے آگے بڑھیں اور سوانح نگار نبوت کو دوسرے استانوں سے بے نیاز کر کے اس سرمایۂ سعادت کو اپنے خزانۂ عامرہ میں شامل کر لیا۔" (سید سلیمان ندوی)

(ب) "لیکن اس مسرت و اطمنان کے ساتھ یہ حسرتناک منظر بھی سامنے ہی کہ مصنف

اپنی چار سال کی جانکاہ محنت کا ثمرہ خود اپنے ہاتھ سے قوم کی نذر نہ کر سکا اور حسن عقیدت کے جو پھول سیکڑوں چمن کدوں سے چن کر اس کے ہاتھ آئے تھے انکو آستانہ نبوت پر خود نہ چڑھا سکا (سید سلیمان ندوی)

(ب) انحراف بجانب افراط

اخلال جب اختصار اس حد تک پہونچ جائے کہ اصل مطلب ہی خبط ہو جائے تو اسے اخلال کہیں گے۔ اس اسلوب میں اختصار اس حد تک ہوتا ہے کہ درمیان سے کئی کڑیاں غایب ہو جاتی ہیں

مثال:۔

(ا) مگس کو باغ میں جانے نہ دیجے　　کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا

پہلے مصرعہ کے بعد کئی کڑیاں حذف کر دی گئی ہیں۔ مگس کے باغ میں جانے کے بعد چھتہ بنانا۔ چھتہ سے موم کا نکلنا۔ موم سے شمع کا بننا۔ پھر شمع کا جلنا۔ آخر میں شمع کے گرد پروانوں کا جمع ہو ہو کر جلنا۔

(ب) ڈرتا ہوں آسمان سے بجلی نہ گر پڑے　　صیاد کی نگاہ سوئے آشیاں نہیں

پہلے مصرعہ کے بعد کئی کڑیاں محذوف ہیں۔ آلام و مصائب کا مقدر ہونا۔ صیاد کا ہمیشہ ظلم توڑنا۔

(ج) گدا سمجھ کے وہ چپ تھا میری جو شامت آئے

اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسبان کے لیے

اس شعر دونوں مصرعوں کے بعد متعدد کڑیاں محذوف ہیں۔ پاسباں کے قدموں میں سر رکھتے ہی اس کا مشتبہ ہو جانا مجھے گدا نہ سمجھنا بلکہ ایک وارفتہ مزاج عاشق سمجھنا۔ عاشق سمجھکر مناسب خاطر کرنا۔

(۴) پرزور اسلوب

پرزور اسلوب وہ ہے جو انسان کے فہم کو اپیل کرے اور توجہ کو بیدار کر دے۔ اس اسلوب میں خیالات بھی پرزور ہوتے ہیں اور الفاظ بھی بہرحال جس کلام میں کوئی کیفیت یا کوئی جذبہ شدد کے ساتھ دکھایا جائے اسے پرزور کلام کہا جاتا ہے۔ صرف وہی کلام پرزور

نہیں کہا جاتا جس میں غیظ و غضب، رعب داب، خوف و ہیبت، یا شان و شوکت کی کوئی کیفیت دکھائی جائے۔

(ا) ہے خون جگر جوش میں دل کھول کے روتا
ہوتے جو کئی دیدہ خونناب فشاں اور — غالب

(ب) اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے — ذوق

(ج) تھا کبھی دور اسیران چمن اے صیاد
اب تو اک پھول کو محتاج ہیں گلشن کیسا — تعشق

(د) دہائی ہے دل درد آشنا دہائی ہے
کہ آہ سرد پہ تہمت ہے دل دکھانے کی — یاس عظیم آبادی

(س) اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جواں ہے
دعویٰ نہ کرے یہ کہ میرے منہ میں زباں ہے
نہیں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو
اللہ رے اللہ رے کیا زور بیاں ہے — سودا

کلام کو پر زور بنانے کے متعدد طریقے ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل درج کی جاتی ہے۔

۱۔ تقلیب الفاظ کی عمومی نشست کو اس طرح تبدیل کر دینا کہ اس سے نہ تو معنی میں کوئی خرابی واقع ہو اور نہ کلام کانوں کو برا معلوم ہو

مثال:۔ ۱۔ نثر

(۱) مکان کی چھت کا نہیں۔ بنیاد کا سوال ہے پھر دیواریں جتنی ہیں ٹیڑھی ہیں۔ اس لئے جب تک از سر نو تعمیر نہ ہوگی درستگی کی امید نہیں۔" — ابوالکلام آزاد

اسی ٹکڑے کو دوسرے الفاظ میں لکھئے "مکان کی بنیاد کا سوال ہے چھت کا سوال نہیں ہے پھر دیواریں جتنی ہیں ٹیڑھی ہیں اس لئے درستگی کی جب تک تعمیر از سر نو نہ ہوگی امید نہیں"۔ وہی الفاظ ہیں اور وہی خیالات۔ صرف لفظوں کے الٹ پھیر سے کلام کا سارا زور

خاک میں مل گیا

(ب) روما الکبری اور بابل و نینوا کی عظیم الشان قومیں جہاں آباد تھیں وہاں آج خاک کے تودے اور ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کھنڈر بھی بڑی جستجو سے ملتے ہیں"

(ابوالکلام آزاد)

مذکورہ بالا جملہ میں الفاظ کی نشست کو بدل دیجئے۔

"آج وہاں بڑی جستجو کے بعد ٹوٹی ہوئی دیواروں کے کھنڈر اور خاک کے تودے ملتے ہیں جہاں عظیم الشان قومیں روما الکبریٰ اور بابل و نینوا جیسی آباد تھیں"

بعینہ وہی الفاظ ہیں۔ یعنی ہیں نہ پہلے گنجلک تھا نہ اب ہے لیکن الفاظ کی نشست بدل دی گئی تو کلام کتنا پھیکا ہو گیا۔

۲۔ نظم۔

(۱) ع "بلبل چہک رہا تھا ریاض رسول میں"

(میر انیس)

ع "تھا بلبل حق گو کہ چہکتا تھا چمن میں"

(میر انیس)

مذکورہ بالا دونوں مصرعے میر انیس کے ہیں۔ مگر صرف الفاظ کی نشست کے تغیر نے دونوں میں کتنا فرق پیدا کر دیا ہے۔ پہلا مصرعہ کس قدر رواں ہے۔ دوسرے مصرعہ کی روانی کو "حق گو" کی ترکیب نے ختم کر دیا۔

(ب) ع "اک پھول کا مضمون ہو تو سو رنگ سے باندھوں"

یہ مصرعہ میر انیس کا ہے۔ اسی کو اگر یوں رکھا جائے "سو رنگ سے اک پھول کا مضمون ہو تو باندھوں" تو سارا زور ختم ہو جاتا ہے۔ اگرچہ الفاظ بھی وہی ہیں اور بحر بھی وہی۔

(ج) ع "کس نے نہ دی انگوٹھی رکوع و سجود میں" (مرزا دبیر)

انھیں الفاظ کی نشست میں تبدیلی پیدا کر دیجئے پھر دیکھئے مصرعہ کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے۔

ع "سائل کو کس نے دی ہے انگوٹھی نماز میں" (میر انیس)

ب۔ جملے میں جو مقامات زیادہ زور پیدا کرتے ہیں ان کا استعمال

ہر پر زور جملے کو اگر بغور دیکھا جائے تو اس کے تین حصے کئے جا سکتے ہیں۔ پہلا حصہ پر زور ہوتا ہے دوسرا حصہ کچھ خفت لئے ہوئے اور تیسرا حصہ سب سے زیادہ پر زور۔ کلام میں زور پیدا کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ پہلے حصہ میں زور دار الفاظ لائے جائیں۔ درمیان میں کچھ خفیف اور آخر میں سب سے زیادہ پر زور۔

مثال۔ ا۔ نثر۔ ۲

پر زور	خفت		پر زور ترین	پر زور	خفت
مجروحین کانپور	! تم سے		گولیاں کھائی ہیں	نیزوں سے	تمہارے سینوں میں

پر زور ترین	پر زور	خفت	پر زور ترین
سوراخ کیا گیا ہے	تمہاری آنکھوں میں	سنگینیں	بھونکی گئی ہیں

پر زور	خفت	پر زور ترین
تمہارے ایک ایک عضو کو	زخموں سے	چور کیا گیا ہے

پر زور	پر زور	خفت
معصوم بچو!	سر جیمس مسٹن کے الفاظ طعن نے	تمہارے بے گناہ

خفت	پر زور ترین	پر زور
ناآشنائے جرم دلوں کو	مضطرب کر دیا	کانپور کا واقعہ

خفت	پر زور ترین
کانپور کا واقعہ نہیں رہا	بلکہ وہ دنیائے اسلام کا واقعہ ہے

(ابوالکلام آزاد)

(ب) "اگر میری دعا مقبول ہوتی تو تمہارے اس لمحۂ الوہیت گذر جانے کے بعد خدا سے التجا کرتا کہ الہی شہاب کو انھیں میں سے ایک سخت و سنگین پیکر کی محبت میں اس قدر شدت کے ساتھ مبتلا کر دے کہ وہ دیوانہ وار اس پتھر کی مورت کے سامنے جبیں سائی کرے۔"

(نیاز فتحپوری)

۲۔ نظم۔

(ا) بجلی گری کہ فوج پہ تیغ دو سر گری — کٹ کر کسی کی تیغ کسی کی سپر گری
چمکی کبھی فلک پہ کبھی فرق پہ گری — سر کاٹ کر ادھر سے جو آئی ادھر گری
زرہیں تنوں میں مثل کفن چاک ہو گئیں
اک آن میں صفیں کی صفیں پاک ہو گئیں

(میر انیس)

(ب) کیا کیا چمک دکھائی تھی سر کاٹ کاٹ کے
تنتی تھی بس تنوں سے زرہیں پاٹ پاٹ کے
پانی وہ خود پیے ہوئے تھی گھاٹ گھاٹ کی
دم اور بڑھ گیا تھا لہو چاٹ چاٹ کے
کیا جانئے ملا تھا مزا کیا زبان کو
کھا جاتی تھی ہما کی طرح استخوان کو

(میر انیس)

ج نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا
سفینۂ برگ گل بنائے گا قافلہ مور ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا کے پار ہوگا

(اقبال)

ج۔ حروف ربط کا استعمال کلام کو پر زور بنانے کیلئے حروف ربط کا بھی استعمال کیا جاتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں:۔

"یا یہ یا وہ" — "نہ تو یہ اور نہ وہ" — "صرف یہی نہیں بلکہ" — ، جس طرح ...... اسی طرح" — "جو اور تو" — حروف حصر

مثال:۔

(ا) "اے مغرور انسان یا خود خدا بن جا یا خدائے حقیقی کے آگے سرنگوں ہو جا"

(ب) افسوس ہے کہ آپ حضرات نے اسلام کو کبھی اس اصلی عظمت میں نہیں دیکھا۔ ما قدروا اللہ حق قدرہ۔ ورنہ اپنی پولیٹکل پالیسی کے لئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا اور نہ ہندوؤں کے اقتدار کی ضرورت پیش آتی"

(مولانا ابوالکلام آزاد)

(ج) "کانپور کا واقعہ کانپور کا واقع نہیں رہا بلکہ وہ دنیائے اسلام کا واقعہ ہے"

(مولانا ابوالکلام آزاد)

(د) "اب یہ روز یادگار اگر یادگار ہے تو عیش و شادمانی کیلئے نہیں بلکہ حسرت و نامرادی کے لئے۔ اگر یادآور واقعات ہے تو عطاو بخشش کی فیروزمندی کے لئے نہیں بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کے لئے"

(ابوالکلام آزاد)

(ر) "جس طرح خدا کی ذات کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے اسی طرح اس کی صفات میں کسی دوسری ہستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے"

(ابوالکلام آزاد)

(س) جو پھر جائے اس بے وفا سے تو جانو ن
کہ دل پر نہیں زور چلتا کسی کا (غالباً میر)

(ش) "پس خدا کے سوا کوئی نہیں جس کا حکم انتہائی حکم ہو کوئی نہیں جو عاجزی و تذلل کا مستحق ہو۔ کوئی نہیں جسکی جبروت و عظمت کے آگے چون و چرا کی گنجائش نہ ہو"

(ابوالکلام آزاد)

(ص) "مسلمانوں میں آج بہت سے لوگ ہیں جو مغربی علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ ہیں جو قدیم مشرقی علوم سے واقف ہیں۔ اور بہت سے لوگ ہیں جو سیاست و تدبر کے مرد میدان ہیں لیکن صرف نواب عمادالملک ایسے بزرگ تھے جو ان سب کا مجموعہ تھے"

(مولوی عبدالسلام ندوی)

د۔ تکرار کلام میں زور تکرار سے بھی پیدا ہوتا ہے تکرار کی دو قسمیں ہیں (۱) تکرار لفظی (۲) تکرار معنوی لفظی تو یہ ہے کہ ایک ہی لفظ مکرر استعمال کیا جائے۔ اور معنوی یہ ہے کہ ایک جملے یا مصرعہ کے بعد دوسرا جملہ لایا جائے جو پہلے کے ہم معنی ہو۔

تکرار لفظی کی مثال :- ۱۔ نثر

(ا) "ہندوستان لرزتا ہے، کون ہے جو اس کو تھامے؟ ہندوستان مضطرب ہے کون ہے جو اس اسکو تسکین دے؟ ہندوستاں وقف فریاد ہے۔ کون ہے جو اس کی فریاد رسی کو آمادہ ہو؟ (مولانا ابوالکلام آزاد)

(ب) زمین پیاسی ہے۔ اسے خون چاہئے۔ لیکن کس کا؟ مسلمانوں کا۔ طرابلس کی زمیں کس کے خون سے سیراب ہے؟ مسلمانوں کے۔ مغرب اقصی کس کے خون سے رنگیں ہے؟ مسلمانوں کے۔ ایران پر کس کی لاشیں تڑپتی ہیں؟ مسلمانوں کی۔ سرزمین بلقان میں کس کا خون بہا؟ مسلمانوں کا۔ ہندوستان کی زمین بھی پیاسی ہے۔ خون چاہتی ہے کس کا؟ مسلمانوں کا۔" مولانا ابوالکلام

۲۔ نظم :-

(ا) کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے
رن ایک طرف چرخ کہن کانپ رہا ہے
(مرزا دبیر)

(ب) اے محتسب نہ پھینک، میرے محتسب نہ پھینک
ظالم شراب ہے۔ اے ظالم شراب ہے
(جگر مراد آبادی)

(ج) دل کا اجڑنا سہل سہی، بسنا سہل نہیں ظالم۔
بستی بسنا کھیل نہیں بستے بستے بستی ہے

تکرار معنوی کی مثال :- ۱۔ نثر

(ا) " رباعی خمخانہ عشق کا آخری ہوشمند سرشار، ریاض محبت کی بہار جاودان کا آخری نغمہ خوان عندلیب، نظارہ جمال حقیقت کا پہلا مشتاق، مستورازلی کے چہرۂ زیر نقاب کا

پہلا بند کشا زندگی کے آخری گھنٹوں میں ہے۔" (سید سلیمان ندوی)

۲۔ نظم

(۱) ٹھکیں جو بھیجوں تو بیوہ حسن سی کہوں — بجھاؤں شمع تو کیا اہل انجمن سے کہوں

(آتش)

دونوں مصرعوں میں ایک ہی بات ہے مگر دوسرے مصرعہ میں استعارے کے رنگ میں ادا دی گئی تو کتنا زور پیدا ہوگیا

(ب) غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج — شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک

(مرزا غالب)

یہاں دوسرے مصرعہ میں تمثیل سے کام لے کر دہرایا ہے تو کتنا اثر ہوگیا۔

ی۔ مرصع زبان کا استعمال

مرصع زبان کے استعمال سے بھی کلام میں زور پیدا ہوجاتا ہے جب کہ اس میں صنعتیں ہوں خصوصاً تشبیہات، استعارات، صفت طباق و طنز وغیرہ استعارات و تشبیہات کی مثال

مثال ۱۔ نثر

(۱) "شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہوچکا۔ اب تصد عیب، پیری کی منزل سے گذر رہے ہیں ہمارا بچپن جس قدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زلزلہ انگیز تھیں دیکھتے ہیں تو بڑھاپے کے ضعف و نقاہت کو بھی اتنا ہی تیز پاتے ہیں۔ شاید اس کے بعد اب منزل فنا درپیش ہے۔ چراغ تیل سے خالی ہوجاتا ہے۔ اور چولھا خاکستر سے بھرتا جاتا ہے گذشتہ باتوں کی صرف ایک یادگار رہ گئی ہے۔ اور جوانی کے افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر ہمیں مٹنا ہی ہے تو مٹنے میں دیر کیوں ہے؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع سحر کو بجھ ہی جانا چاہیئے جس بزم اقبال و عظمت میں اب ہمارے لئے جگہ نہیں رہی بہتر نہیں ہے کہ اوروں کے لئے اسے خالی کردیں۔" (ابوالکلام آزاد)

(ب) "چند دل کے ٹکڑے ہیں جن کو صفحوں پر بچھانا چاہتا ہوں، کیونکر بچھاؤں؟ چند آنسو ہیں جن کو کاغذ پر پھیلانا چاہتا ہوں، کیونکر پھیلاؤں؟ آہ! ان لفظوں کو کہاں سے لاؤں جو

دلوں میں ناسور پیدا کردیں۔ آہ اپنے دل کے زخموں کو کیونکر دکھاؤں کہ اوروں کے دل بھی زخمی ہو جائیں پتھر میں سوراخ ہو جاتا ہے مگر جب دل پتھر کے ہو جاتے ہیں تو ان کا پگھلنا محال ہے"

(مولانا ابوالکلام آزاد)

۲۔ نظم :-

(ا) رہے گا رنج زمانہ میں یادگار تیرا وہ کون دل ہے کہ جسمیں نہیں مزار تیرا

اگر کسی محسن قوم کی وفات پر کوئی کہے کہ وہ ایسا ہر دلعزیز تھا کہ ہر شخص کو اس کے مرنے کا افسوس ہے اور لوگ مدت تک اسے نہ بھولیں گے تو ایک معمولی بات ہوگی جس میں اثر بہت کم ہے۔ لیکن اگر اسی کو شعر میں تشبیہات و استعارات استعمال کرکے پیش کیا جائے تو اثر بہت زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا شعر سے ظاہر ہے۔

(ب) لگا رہا ہوں مضامیں نو کے پھر انبار خبر کرو میرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

(میر انیس)

اگر کوئی شاعر کہے کہ "نئے مضمون تو ہمیشہ میں ہی نکالتا ہوں۔ باقی سب شاعر میرے ہی مضمون کو دہرایا کرتے ہیں۔ مگر میرے یہاں مضامین کی کمی نہیں ہے۔ کہ میں انھیں چھپا چھپا کر رکھوں بلکہ تو خود تمام شاعروں کو دعوت دیتا ہوں اور ان کو بے شمار نئے نئے مضمون سنا کر عام اجازت دیدیتا ہوں کہ جو مضمون جس کا جی چاہئے اپنا لے" تو ایک ایسی بات ہوگی جس میں اثر نام کو نہیں لیکن یہی بات اگر استعارے اور کنایہ کے رنگ میں یوں کہدے جیسے کہ میر انیس کے مذکورہ بالا شعر میں کہی گئی ہے تو کلام میں کتنا زور اور اثر پیدا ہو جاتا ہے۔

(ج) ہر بات میں اڑا کے کلائی نکل گئی کوندی اگری زمین میں سمائی نکل گئی
کاٹی زرہ، دکھا کے صفائی نکل گئی مچھلی تھی ایک دام میں آئی نکل گئی
چار آئینہ کے پار تھی اس آب و تاب سے
جس طرح برق گر کے نکل جائے آب سے

(میر انیس)

(د) جگر پیے ارغوانی نہیں ہے — ارے آگ ہے آگ پانی نہیں ہے

(جگر مراد آبادی)

(ی) کشورِ ہندوستاں میں رات کو ہنگامِ خواب — کروٹیں رہ رہ کے لیتا ہے فضا میں انقلاب

گرم ہے سوزِ بغاوت سے جوانوں کا دماغ — آندھیاں آنے کو ہیں اے بادشاہی کے چراغ

تندروِ دریا کے دھارے کو دبا سکتے نہیں — نوجوانوں کی امنگوں کو دبا سکتے نہیں

مرحبا اے ڈرنے والو ہم کرتے ہیں یوں سرکار کی — جیسے کوئی دھار چھوتا ہو اپنی تلوار کی

(جوش ملیح آبادی)

اسی طرح طنزیہ کلام سے بھی کلام میں زور پیدا ہو جاتا ہے یعنی جو کلام کیا جائے مطلب اس کے برعکس ہو۔ مثلاً کسی شخص سے ہم یوں کہیں "جی ہاں! آپ تو بہت نیک ہیں" تو مطلب یہ ہو گا کہ تم بہت شریر ہو۔

مثال :-

(ا) ہمشیر کے عاشق ہیں سلامت رہیں اکبر — اتنا نہ کہا مر گئی یا جیتی ہے خواہر

(میر انیس)

(ب) ہاں سچ ہے کہ بیمار کا بہتر نہیں جانا — صحت سے جو ہیں ان میں کہاں میرا ٹھکانا

(میر انیس)

(ج)

تنہائی میں رونے سے اتر جائے گی یہ تپ — ہاں درد بھی سر میں میرے ہوئے گا نہیں اب

تڑپوں گی تو جائے گی یہ اعضا شکنی سب — بہتر یہی ترکیب ہے نسخہ یہی انسب..

کم ہو گی حرارت الم و رنج و محن میں.. — غم کھانے سے آ جائے گی طاقت میرے تن میں

تنہائی میں شدت بھی نہ ہو گی خفقان کی — بیمار کا دل بہلے گا وحشت سے مکان کی

تڑپوں گی نہ فرقت میں امام دو جہاں کی — شفقت مجھے یاد آئے گی بہنوں کی نہ ماں کی

فرقت میں میری طرح جگر کس سے سنبھلتا — میں گھر میں نہ ہوتی تو یہ گھر کس سے سنبھلتا

(میر انیس)

تقلید اور اجتہاد

از حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کاندھلوی شارح مشکوٰۃ شریف مدرس دار العلوم دیوبند

گذشتہ سے پیوستہ

شرائط اجتہاد اجتہاد جہد بمعنی کوشش سے مشتق ہے اصطلاح شریعت میں احکام شرعیہ کو ادلہ تفصیلیہ سے معلوم کرنے کیلئے کوشش خرچ کر دینے کا نام اجتہاد ہے؛

مجتہد کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ علوم عربیت میں حاذق اور ماہر ہو کیونکہ قرآن اور حدیث عربی ہے بغیر عربی زبان جانے ہوئے نفس مطلب بھی نہیں سمجھ سکتا اجتہاد تو درکنار اور علوم عربیت میں لغت اور صرف اور نحو اور بلاغت یہ تمام علوم داخل ہیں۔ اعراب کے بدل جانیسے اور تعریف و تنکیر کے فرق سے معنی میں زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے اس لئے اجتہاد کے لئے ان علوم میں حاذق اور ماہر ہونا غایت درجہ ضروری ہے؛

دوم یہ کہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ و تابعین پر پورا اطلاع ہو تاکہ مختلف فیہ مسائل صحابہ اور تابعین کے دائرہ سے باہر نہ جائے؛

سوم یہ کہ منجانب اللہ اسکو نور فہم اور فراست سے خاص حصہ ملا ہو۔ ذکاوت اور ذہانت میں ممتاز ہو کہ بڑے بڑے اذکیا اور عقلار کی گردن تسلیم اوس کے خداداد فہم کے سامنے خم ہو۔ اجتہاد کیلئے معمولی فہم کافی نہیں۔ اجتہاد کیلئے ایسا غیر معمولی فہم چاہیئے کہ جو لوگوں میں ضرب المثل بن گیا ہو معمولی فہم تو ہر عالم میں ہوتا ہے مجتہد کی کیا خصوصیت؛

چہارم یہ کہ ورع اور تقویٰ کا مجسمہ ہو اوس کا چہرہ اور اوسکی پیشانی اوس کے تقویٰ اور پرہیزگاری پر شہادت دیتی ہو۔ حق پرست ہو۔ ہوا پرست نہ ہو۔ زبان قال نہیں بلکہ زبان حال یہ شعر پڑھتی ہو

أَنَا عَبْدُ الْحَقِّ لَا عَبْدُ الْهَوٰى   لَعَنَ اللّٰهُ الْهَوٰى فِيْمَا لَعَنَ

میں بندہ حق کا ہوں ہوائے نفس کا بندہ نہیں ہوائے نفسانی پر اللہ کی لعنت ہو

پنجم یہ کہ طرق استنباط اور اجتہاد سے بخوبی واقف ہو۔

تقلید تقلید کی حقیقت یہ ہے کہ جو شخص اجتہاد کے درجہ کو نہ پہونچا ہو اس کا کسی عالم اور مجتہد کے علم اور فہم اور اس کے ورع اور تقوی کے اعتماد پر بلا دلیل معلوم کئے ہوئے اس کے قول اور فتوے پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

جس شخص کو حق تعالی نے قوت اجتہادیہ عطا فرمائی ہو اسکو تقلید جائز نہیں اس کو اپنی اجتہاد پر عمل کرنا واجب ہے اور جو شخص اجتہاد کے درجہ کو نہ پہونچا اس کے لئے اجتہاد جائز نہیں اس پر تقلید واجب ہے ؏ چوں تو یوسف نیستی یعقوب باش۔

علم طب اور علم ریاضی میں ہر شخص اپنے اعلم اور افضل کے اتباع کو عین عقل اور دانائی سمجھتا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ دین میں اپنے سے اعلم اور اتقی کے اتباع کو ناجائز اور شرک سمجھا جائے تقلید ایک امر فطری ہے۔ جو شخص اپنے سے اعلم اور افضل کے اتباع کو موجب عار سمجھے وہ ہمیشہ کمال سے عاری اور محروم رہتا ہے کوئی کمال بدون تقلید کے حاصل نہیں ہو سکتا معمولی صنعت اور حرفت میں بھی بغیر تقلید کے کام نہیں چلتا۔ افسوس کہ جو حضرات ائمہ یہدون بامرنا کے مصداق ہوں اون کی تقلید اور اتباع کو شرک کہا جائے اور اپنے فہم ناقص اور ہوائے نفس کے اتباع کو عین توحید سمجھا جائے ؏ بریں عقل و دانش بباید گریست۔

جس طرح غیر طبیب کو طبیب کا اتباع لازمی ہے۔ اسی طرح غیر مجتہد کو مجتہد کا اتباع لازم ہے جو شخص طبیب نہ ہو اس کو جائز نہیں کہ وہ محض اردو تراجم دیکھکر اپنا یا کسی مریض کا علاج کر سکے اور جو شخص ایسا کرے گا وہ مجرم قرار پائے گا۔ جو شخص اردو تراجم دیکھکر علاج کرنے کے لئے تیار ہو جائے وہ تو نادان ہے لیکن جو ایسے نادان سے معالجہ کرانے کیلئے تیار ہو جائے وہ اس سے بڑھکر نادان ہے کہ اپنی صحت کو خطرہ میں ڈال رہا ہے۔ اللہ تعالی دونوں کو ہدایت دے اور ایسے معالج اور مُعَالَج دونوں پر رحم فرمائے آمین۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ بعض حضرات کو یہ شبہ ہو گیا کہ مجتہد کی تقلید اور اتباع صرف

عوام پر لازم ہے علماء اس وجوب اور لزوم سے مستثنیٰ ہیں۔ یہ صحیح نہیں کوئی عالم خواہ کیسا ہی متبحر فی العلم کیوں نہ ہو جب اس میں قوت اجتہادیہ نہ ہو اور خود کتاب و سنت سے مسائل کا استنباط نہ کر سکے وہ مجتہد کے اعتبار سے عامی ہے اسپر مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ مجتہد وہ ہے کہ جو اپنی قوت اجتہادیہ سے مسائل کا کتاب و سنت سے استخراج اور استنباط کر سکے اور دوسرے کے مستنبطہ مسائل اور دلائل میں تطبیق دے لینے سے مجتہد نہیں بن جاتا یہی دلائل پہلے بھی موجود تھے مگر یہ عالم ان مسائل کو ان دلائل سے مجتہد کے استنباط کے بعد سمجھا۔ شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ نے عقد الجید میں امام بغوی سے نقل کیا ہے کہ شروط اجتہاد پانچ ہیں۔ اور جس میں اجتہاد کی ایک شرط بھی مفقود ہو جائے اسکو تقلید سے چارہ نہیں۔ آہ اب ہم وجوب تقلید کے دلائل ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

آیت اولیٰ قال تعالیٰ فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ — اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو

اہل الذکر سے عموم اور استغراق یعنی اہل الذکر کے تمام افراد مراد نہیں اس لئے کہ تمام افراد سے دریافت کرنا ناممکن ہے۔

دوم یہ کہ اہل الذکر میں اختلاف فہم کیوجہ سے اختلاف ہونا لازم ہے پس اگر سب کا اتباع کیا جائے تو اجتماع نقیضین لازم آئے لہذا اہل الذکر اس جنس کے حکم میں قرار دینا لازم ہوگا کہ جو واحد اور متعدد سب کو شامل ہو یعنی وہ مسئول خواہ واحد ہو اور خواہ متعدد ہو پہلی صورت کا نام تقلید شخصی ہے اور دوسری صورت کا نام تقلید غیر شخصی ہے۔ یہ آیت اگرچہ اہل کتاب کے بارہ میں نازل ہوئی مگر باتفاق علماء اعتبار عموم معنی کا ہے نہ خصوص مبنیٰ کا اس لئے کہ علت سوال کی دونوں جگہ مشترک ہے جس طرح مشرکین کو عدم علم کی وجہ سے علماء اہل کتاب سے دریافت کرنیکا حکم ہوا اسی طرح غیر عالم مسلمان کو امور دینیہ میں عالم کی طرف رجوع کرنا ضروری اور واجب ہوا اور جس طرح مشرکین کو تین چار علماء اہل کتاب سے دریافت کرنا ضروری نہیں ایک یہودی یا ایک نصرانی عالم سے بھی دریافت کر کے تشفی کر سکتے ہیں اسی طرح اہل اسلام پر ضروری نہیں کہ وہ متعدد علماء ہی سے مسائل

دریافت کیا کریں۔ ایک ہی عالم سے اگر مسائل دریافت کیا کریں تو اس آیت کے عامل سمجھ جائینگے اس آیت سے مطلق تقلید کی فرضیت معلوم ہوتی ہے لہذا مطلق کے تمام افراد فرضیت میں مساوی اور برابر کے ہوں گے اور اکثر اہل حدیث مطلق کی فرضیت کے قائل بھی ہیں۔ اور ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ مطلق تقلید کے دو فرد ہیں ایک شخصی اور ایک غیر شخصی۔ لہذا جب مطلق تقلید فرض ہوئی تو اس کا ہر فرد علی سبیل البدلیۃ فرض کا مصداق ہوگا مامور بہ کے تمام افراد مامور بہ ہونے چاہئیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مامور بہ کے بعض افراد تو فرض اور واجب ہوں اور بعض افراد شرک اور حرام ہوں اس لئے کہ حرام اور منہی عنہ کا مامور بہ کے تحت میں مندرج ہونا عقلاً اور نقلاً محال ہے کیونکہ قسیم الشئی کا قسم منہ ہونا لازم آتا ہے جو مستلزم ہے اجتماع نقیضین کو۔

خلاصہ کلام یہ کہ باتفاق علماء اہل الذکر سے اس آیت میں اہل علم مراد ہیں جس کا بہترین مصداق فقہاء مستنبطین اور ائمہ مجتہدین ہیں یہی وجہ ہے کہ اکابر محدثین ومفسرین ہمیشہ ائمہ اربعہ ہی کی طرف رجوع کرتے رہے

آیت دوم قال تعالیٰ۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔ اے ایمان والو اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو

اولی الامر کی تفسیر میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ حکام مراد ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ علماء اور فقہاء مراد ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبداللہؓ اور حسن بصری اور ابوالعالیہ اور عطاء بن ابی رباح اور ضحاک اور مجاہد سے مروی ہے کہ اولوالامر سے علماء مراد ہیں اور ایک روایت امام احمد بن حنبل سے بھی یہی ہے کہ اولوالامر سے علماء مراد ہیں کذا فی اعلام الموقعین صفحہ ۱ ج ۱ قاضی ابوبکر ابن العربی احکام القرآن صفحہ ۱۸۸ ج ۱

قولہ تعالیٰ واولی الامر منکم فیہا قولان الاول قال میمون بن مہران ھم اصحاب السرایا وروی فی ذٰلک حدیثا وھو

اولی الامر کے بارہ میں دو قول ہیں اول یہ کہ اس سے حکام اور امراء سریہ مراد ہیں اور ایک حدیث بھی آئی ہے۔ اور اسی

اختیار البخاری وروی عن ابن عباس
انما نزلت فی عبد اللہ بن حذافة
اذ بعثه النبی صلی اللہ علیه وسلم
فی سریة۔
الثانی۔ قال جابر هم العلماء وبه قال
اکثر التابعین واختاره مالکؒ قال
مطرف وابن مسلمة سمعنا مالکا
یقول هم العلماء وقال خالد بن
نزار وقفت علی مالک فقلت یا ابا
عبد اللہ ما تری فی قوله تعالیٰ واولی
الامر منکم قال وکان محتبیا فحل حبوته
وکان عنده اصحاب الحدیث ففتح
عینیه فی وجهی وعلمت ما اراد وانما
عنی اهل العلم واختاره الطبری
واحتج بقوله صلی اللہ علیه وسلم
من اطاع امری فقد اطاعنی الحدیث
والصحیح عندی انهم الامراء و
العلماء جمیعا اما الامراء فلان اصل
الامر فیهم والحکم الیهم واما العلماء
فلان سوالهم واجب متعین علی
الخلق وجوابهم لازم وامتثال فتواهم
واجب فلقد قدمنا ان کل هؤلاء حاکم وقد
سماهم اللہ تعالیٰ بذلک فقال یحکم

قول کو امام بخاری نے اختیار فرمایا اور ابن
عباسؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہ کو امیر لشکر بنا کر
بھیجا اوس وقت یہ آیت نازل ہوئی دوسرا
قول یہ ہے کہ اولی الامر سے علماء مراد ہیں اور
اکثر تابعین اور اوسی کے قائل ہیں اور
امام مالکؒ نے اسی کو اختیار فرمایا مطرف
اور ابن مسلمہ کہتے ہیں کہ ہم نے امام مالک کو کہتے
سنا کہ علماء مراد ہیں خالد بن نزار کہتے ہیں کہ میں
نے امام مالکؒ سے اولی الامر کے متعلق دریافت
کیا۔ آپ گوٹ لگائے ہوئے بیٹھے ہوئے تھے
کھل کر بیٹھ گئے اور آپ کی مجلس میں اصحاب
حدیث یعنی علماء موجود تھے امام مالکؒ نے میری
طرف نظر اٹھا کر دیکھا میں سمجھ گیا کہ اہل علم مراد
ہیں اور اوسی کو امام طبری نے اختیار فرمایا اور
اس حدیث سے استدلال کیا کہ جس نے میرے
حکم کو مانا اوس نے میری اطاعت کی۔ اور صحیح
اور راجح یہ ہے کہ اولی الامر سے امراء اور علماء دونوں
ہی مراد ہیں امراء تو اس لئے کہ وہ حکم دیتے ہیں اور
علماء اس لئے کہ مخلوق پر ان سے دریافت کرنا
ضروری اور فرض ہے اور ان کے فتوے پر عمل
کرنا واجب و ضروری ہے اور علماء کو بھی اللہ تعالیٰ
نے حاکم فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں

یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین هادوا والربانیون والاحبار. قال جز تعالیٰ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاکم والربانی حاکم والحبر حاکم والامر کلہ یرجع الی العلماء لان الامر قد افضی الی الجہال وتعین علیہم سؤال العلماء انتھی

کہ انبیاء اللہ اور اہل اللہ اور علماء یہود یونکو توریت کے مطابق حکم دیا کرتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ تبلادیا کہ نبی بھی حاکم ہوتا ہے اور اللہ والا یعنی ولی وہ بھی حاکم ہوتا ہے اور عالم بھی حاکم ہوتا ہے غرض یہ کہ معاملہ علماء ہی کیطرف لوٹتا ہے اسلئے احکام جاہل انپر واجب ہے کہ علماء سے پوچھکر فیصلہ کریں۔ انتہی۔

اور امام ابوبکر رازی اور حافظ ابن کثیر نے بھی اختیار کیا کہ اولی الامر عام ہے امراء اور علماء دونوں کو شامل ہے امور دنیاویہ میں امراء کی اطاعت لازم ہے اور امور دینیہ میں علماء کی اطاعت فرض ہے ظاہر شریعت میں علماء کی شریعت کی اور باطن شریعت میں مشائخ طریقت کی اتباع ضروری ہے اور اپنے عمل کو کسی کے فتوے کے تابع کر دینے ہی کا نام تقلید ہے، اور اگر بالفرض اولی الامر سے خاص حکام ہی مراد ہوں تب بھی آیت سے تقلید کا وجوب ثابت ہوگا اس لئے کہ عوام حکام کے تابع ہیں اور حکام علماء کے تابع ہیں اور تابع کا تابع بھی تابع ہوتا ہے۔ یا یوں کہو کہ علماء حکام کے مطبوع ہیں اور حکام اور عوام کے متبوع ہیں اور متبوع کا متبوع بھی متبوع ہوتا ہے فافہم ذلک واستقم

آیت سوم قال تعالیٰ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم ؎

اگر یہ لوگ اس امر کو رسول کے اور اولی الامر کے حوالہ کرتے تو جو لوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھکر انکو بتلادیتے کہ کونسی خبر قابل ذکر ہے اور کونسی ناقابل ذکر۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ جو لوگ استنباط کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں انپر اہل فقہ اور اہل استنباط کی تقلید ضروری ہے۔ تفصیل کیلئے امام رازی کی تفسیر اور احکام القرآن للجصاص کیطرف مراجعت فرمائیں۔

آیت چہارم قال تعالیٰ فلولا نفر من

کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۔ جماعت تاکہ تفقہ فی الدین کو حاصل کرے اور جب واپس آئے تو اپنی قوم کو ہشیار و بیدار کرے تاکہ وہ دین کی باتوں کو سنکر اللہ کی نافرمانی سے بچیں،

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ ان لوگوں پر دین سیکھنے کے بعد اپنی قوم کو وعظ اور انذار ضروری ہے اور قوم پر ان کا اقتداء اور اتباع ضروری ہے اور بسا اوقات یہ علم دین سیکھکر واپس ہونے والا ایک ہی شخص ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایک شخص کا اتباع تقلید شخصی ہی ہوگا۔

آیت پنجم قَالَ تَعَالىٰ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوْقِنُوْنَ — اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو لوگوں کو ہماری راہ پر چلاتے تھے جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر پورا یقین رکھتے تھے

اور حدیث میں ہے۔ انما جعل الامام لیوتم بہ امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اسکی اقتداء اور اتباع کی جائے؛

احادیث اب ہم چند احادیث درباره تقلید ہدیہ ناظرین کرتے ہیں

حدیث اول عن حذیفة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری مابقاءی فیکم فاقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ بلفظ اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر؛ — حذیفہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کب تک تم لوگوں میں زندہ رہوں گا پس میرے بعد ان دو شخصوں کا اقتداء کرنا ایک ابوبکر دوسرے عمر رضی اللہ عنہما؛

من بعدی کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد یہ دونوں خلیفہ ہوں گے ابوبکر کی زمانہ خلافت میں ابوبکر کا اتباع کرنا اور عمر کی زمانہ خلافت میں عمر کا اتباع کرنا اور یہ نہیں فرمایا کہ

ان سے احکام اور مسائل کے دلائل بھی دریافت کرنا اور بلا دلیل دریافت کے کسی فتوے پر عمل کرنا یہی تقلید شخصی ہے۔

حدیث دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبلؓ کو تعلیم احکام کے لئے یمن روانہ فرمایا (مفصل حدیث گذر چکی) جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اہل یمن پر ہر مسئلہ میں معاذ بن جبل کا اتباع واجب ہے اور اہل یمن کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم معاذ سے دلیل بھی پوچھنا خصوصاً ان مسائل میں کہ جو وہ اپنی رائے سے بتلائیں اور یہی تقلید شخصی ہے؛

حدیث سوم ان العلماء ورثة الانبياء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ رواہ احمد وابوداؤد والترمذی؛

پس جس طرح نبی کا اتباع فرض اور لازم ہے اسی طرح اس نبی کے وارث کا اتباع بھی لازم ہے انبیاء کی میراث شریعت کا علم ہے علماء کا اتباع اور اقتداء کا اس لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث ہیں اور شریعت کا اتباع فرض ہے جو شخص کسی صحیح وارث اور صحیح عالم دین کی تقلید کرے گا وہ نبی اور رسول ہی کا متبع سمجھا جائیگا جیسے رسول کا اتباع کرنے والا اللہ ہی کا مطیع اور فرمانبردار سمجھا جاتا ہے کما قال تعالیٰ مَنْ يُطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ؛

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

عہد صحابہ وتابعین میں تقلید شخصی کتاب وسنت کی نصوص سے یہ امر بخوبی ثابت ہو گیا کہ مطلق تقلید فرض ہے جس کے دو فرد ہیں ایک شخصی اور ایک غیر شخصی اور کتاب وسنت میں کہیں یہ حکم نہیں آیا کہ عالم سے بغیر دلیل معلوم کئے اس کے فتوے پر عمل نہ کرنا چنانچہ صحابہ وتابعین کے زمانہ میں اسی طرح عمل رہا کہ سائل کے جواب میں عالم نے جو حکم دیا دلیل سے یا بلا دلیل کے سائل نے اس پر عمل کیا اور عدم دلیل کی صورت میں عالم سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔ جو صحابی یا

تابعی کسی شہر میں رہتا لوگ اسی سے فتویٰ پوچھکر عمل کرتے تھے اور فتوے کا ماخذ نہیں دریافت کرتے تھے معلوم ہوا کہ مستفتی کو بلا ماخذ معلوم کئے ہوے کسی مستند عالم کے فتویٰ پر عمل کرنا بالاجماع جائز ہے

قال ابن الحاجب لم تزل العلماء یستفتون ویتبعون من غیر ابداء المستند و ذاع وشاع ولم ینکر علیهم فکان اجماعا اه قمع اصل الزیغ والالحاد صہ ۵۳

ابن حاجب کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے طریق یہ رہا ہے کہ علماء سے فتوی دریافت کیا جاتا اور وہ فتوی دیتے اور لوگ بغیر دلیل معلوم کے اونکا اتباع کرتے اور یہ امر شائع اور ذائع رہا اور کسی نے اسکا انکار نہیں کیا۔ پس تمام علماء کا اجماع ہو گیا کہ تقلید شخصی بالکل صحیح اور درست ہے۔

عہد صحابہ میں عبداللہ بن عباس مکہ میں اور زید بن ثابت مدینہ میں اور عبداللہ بن مسعود کوفہ میں فتویٰ دیتے تھے اور مسائل خلافیہ میں اہل مکہ عبداللہ بن عباس کے قول کو اور اہل مدینہ زید بن ثابت کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور انھیں کے فتوے پر عمل کرتے تھے اور محل خلاف میں ایک کو اعلم او رافضل سمجھکر اس کے قول پر عمل کرنا اسی کا نام تقلید شخصی ہے بخاری اور ترمذی اور ابوداؤد میں ہے کہ ابوموسیٰ اشعریؓ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا پھر وہی مسئلہ عبداللہ بن مسعود سے دریافت کیا گیا عبداللہ بن مسعود نے ابوموسیٰ اشعری کے خلاف فتویٰ دیا جب ابوموسیٰ اشعری کو اس کا علم ہوا تو سمجھ گئے کہ صحیح فتویٰ عبداللہ بن مسعود کا ہے تو یہ فرمایا۔

لاتسألونی مادام هذا الحبر فیکم

جب تک یہ تبحر عالم یعنی عبداللہ بن مسعود تم میں موجود رہے مجھ سے مت دریافت کرو۔

یعنی ہر مسئلہ انہی سے دریافت کیا کرو اور جو فتوے دیں اسپر عمل کرو اور یہی تقلید شخصی ہے حافظ عراقی فرماتے ہیں۔

وَهُوَ وَزَيْدٌ وابن عباس لهم　　فی الفقه اتباع یرون قولهم

یعنی عبداللہ بن مسعود اور زید بن ثابت اور عبداللہ بن عباسؓ کے فقہ میں کچھ لوگ تبیع اور مقلدین جو انھیں کے قول کو ترجیح دیتے ہیں۔

اور پھر تابعین کے دور میں فقہاء سبعہ کے فتووں پر عمل ہوتا تھا اور پھر تبع تابعین کے دور

میں ائمہ اربعہ پیدا ہوئے اور امت نے ان کے فتووں پر عمل کیا اور ان کے تقلید اور اتباع کو اپنے لئے ذریعہ ہدایت سمجھا اور اسی پر امت کا اجماع ہو گیا۔

تقلید ائمہ اربعہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں اگرچہ تقلید شخصی بھی بلا نکیر کے جاری تھی لیکن کسی خاص شخصی کو تقلید کا التزام اور اہتمام نہ تھا جس کے علم اور تقویٰ پر اطمینان ہوا اس سے دین کا مسئلہ دریافت کر کے عمل کر لیا دو صدی تک اسی طرح عمل جاری رہا تیسری صدی آئی اور بہت سے فقہا اور مجتہدین پیدا ہوئے اور لوگوں نے ان کا اتباع کیا ۲۷۰ھ میں داؤد ظاہری ظاہر ہوئے جنہوں نے سب سے پہلے قیاس کا انکار کیا کچھ لوگ ان کے بھی متبع ہوئے اور اسی تیسری میں مذاہب اربعہ کا شیوع اور ظہور ہوا اور امت کے علماء اور صلحاء نے ان مذاہب اربعہ کو استحسان اور قبول کی نظروں سے دیکھا اسی تیسری صدی میں اوزاعی اور اسحاق بن راہویہ اور سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ اور لیث بن سعد وغیرہم کا مذہب کا بھی ظاہر ہوا مگر اس تیسری صدی کے ختم پر یہ مذاہب بھی ختم ہو گئے اور دنیا میں صرف امام ابو حنیفہ اور امام مالک اور امام شافعی اور امام احمد کا مذہب اور ان کے متبعین باقی رہ گئے۔

چوتھی صدی شروع علماء ربانیین نے دیکھا کہ خیر القرون کا زمانہ تو گذر گیا کہ جس سے چاہیں مسئلہ پوچھکر عمل کر لیں علم اور تقویٰ میں غیر معمولی انحطاط ہو گیا دیانت کے بجائے نفسانیت کا غلبہ ہو گیا اس لئے علماء نے مناسب نہ سمجھا کہ عوام کو ہر شخص کی تقلید اور اتباع کی اجازت دیدی جائے اور ائمہ اربعہ کا علم اور تقویٰ اور فہم اور فراست اور استنباط و اجتہاد امت میں مسلم ہو چکا تھا اسلئے یہی اسلم سمجھا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی معین امام کی تقلید کا التزام کیا جائے تاکہ لوگ اپنی خود غرضیوں اور نفسانیتوں کیوجہ سے دین کو کھیل اور تماشہ نہ بنالیں اور خدانخواستہ کہیں اس آیت کا مصداق نہ بن جائیں اِتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا اور ان علماء ربانیین نے علی رؤس الاشہاد یہ اعلان کر دیا کہ ہم اجتہاد سے عاجز ہیں ہم میں نہ ابو حنیفہ اور مالک جیسا علم اور فہم ہے اور نہ اون جیسا ورع اور تقویٰ ہے اور نہ اون جیسی قوت اجتہاد اور ملکۂ استنباط ہے۔ اور مسلمانوں میں اپنی تقلید کا اعلان کر دیا کہ ہم فلاں امام کے مقلد ہیں اور عامہ مسلمین کو بھی اسی کا

حکم دیا کہ ائمہ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید اختیار کریں چنانچہ اکابر محدثین کو آپ دیکھیں گے کہ کوئی بھی ایسا نہیں ملے گا کہ جو ائمہ اربعہ میں سے کسی کا مقلد نہ ہو اور شاذ و نادر کا اعتبار نہیں صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں کسی امام معین کی تقلید کا التزام اس لئے نہ تھا کہ قلوب نفسانیت سے پاک تھے اب زمانہ پر فتنہ اور فساد کا اور غلبہ ہے ہوی اور ہوس کا اب اگر تقلید غیر شخصی کی اجازت دیدی جائے تو جس مجتہد کا فتویٰ اپنی خواہش اور غرض کے مطابق ہوگا اسکو اختیار کریں گے آج ان کو جس چیز کی جواز کی ضرورت ہے اس کے جواز حاصل کرنے کے لئے اس عالم سے فتویٰ دریافت کریں گے کہ جس کے مذہب میں یہ چیز جائز ہے اور جب کل کو اسی چیز کی ممانعت کی ضرورت ہوگی تو اس عالم سے فتویٰ دریافت کریں گے جس کے مذہب میں یہ شئی ممنوع ہے اور اس طرح يُحِلُّونَهُ عَامًا وَّيُحَرِّمُونَهُ عَامًا کے مصداق بنیں گے ضرورت کی وجہ سے ایک سال اسکو حلال کرتے ہیں اور دوسرے سال اسکو حرام کرتے ہیں

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع

سلسلۂ تقلید کا ائمہ اربعہ پر ختم ہوجانا کوئی امر عقلی نہیں اور نہ کوئی امر کسبی ہے کہ جسکو کسی کی سعی اور جد و جہد کا نتیجہ کہا جائے بلکہ محض فضل خداوندی اور مشیت ربانی ہے اسی نے اپنی قدرت اور حکمت سے فقہاء اور مجتہدین کو پیدا کیا اور اسی کی مشیت سے اون کے مذاہب پھیلے اور لوگوں نے اون کی تقلید کی پھر اسی کی مشیت اور حکمت اوس کو مقتضی ہوئی کہ ائمہ اربعہ کو اپنے اجتبا اور قبول سے سرفراز فرمائے اور تمام امت انہی حضرات کی رہنمائی سے خدا تک پہونچے چنانچہ رفتہ رفتہ تمام مذاہب دنیا سے معدوم ہوگئے اور صرف ائمہ اربعہ کے مذاہب باقی رہ گئے حق جل و علیٰ نے تکوینی طور پر محدثین اور مفسرین اور اولیاء اور عارفین کے قلوب میں یہ القاء فرمایا کہ تم ہمارے ان چار مقبول بندوں میں سے کسی کا اتباع کرو یہ القاء ہونا تھا کہ امت کے عوام اور خواص کے قلوب سمٹ کر ائمہ اربعہ پر جمع ہوگئے اور دن بدن انکا شیوع اور قبول ہوتا رہا یہاں تک اُن کے اصول و فروع منضبط ہوگئے اور روئے زمین کے تمام اہل سنت والجماعت انہی ائمہ اربعہ کے تقلید کے دائرہ میں منحصر ہوگئے اور اہل علم نے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ائمہ اربعہ کی تقلید سے خروج کرے وہ اہل بدعت سے ہے اہل سنت سے نہیں ہے

لہذا یہ سوال کرنا کہ تقلید انہی چار میں کیوں منحصر ہوئی ایسا ہی سوال ہے کہ خلافت راشدہ خلفاء اربعہ ہی میں کیوں منحصر ہوئی اور ملائکہ مقربین چار ہی میں کیوں منحصر ہیں جواب یہ ہے کہ محض فضل ربانی اور قبول یزدانی ہے اسمیں کسی توجیہ اور دلیل کی گنجائش نہیں مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ جب دنیا سے تمام مذاہب حقہ مندرس ہوگئے اور ان چار مذاہب کے سوا کوئی مذہب حق باقی نہ رہا لہذا انہی مذاہب اربعہ کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہوگا اور مذاہب اربعہ سے خروج سواد اعظم سے خروج ہوگا انتہیٰ یہی وجہ ہے کہ چوتھی صدی کے جو حفاظ اور ائمہ حدیث ہوئے وہ اکثر و بیشتر ائمہ اربعہ میں سے کسی نہ کسی کے ضرور متبع ہوئے والنادر کالمعدوم حضرات اہل حدیث کی طرح حضرات شیعہ بھی مذاہب اربعہ کو بدعت کہتے ہیں حافظ ابن تیمیہؒ نے منہاج السنۃ جلد دوم صفحہ ۸۹ تا صفحہ ۹۲ میں اس اعتراض کے جواب میں مفصل کلام فرمایا ہے حضرات اہل علم اسکی طرف مراجعت فرمائیں۔

اجتہاد امر وہبی ہے اور تقلید امر کسبی

اجتہاد کی ہر شرط اگرچہ من وجہ وہبی ہے۔ مگر فہم و فراست اور ملکۂ استنباط کہ جس کے ذریعہ سے کتاب و سنت کے حقایق اور معارف اور دقایق و لطائف کا انکشاف ہوتا ہے وہ محض عطیہ ہے وہ کسی مجاہدہ اور ریاضت اور کسب اور محنت سے حاصل نہیں ہو سکتا البتہ تقلید امر کسبی اور فعل اختیاری ہے۔

اجتہاد ختم ہوگیا اور تقلید قیامت تک کیلئے باقی رہ گئی۔

گذشتہ اوراق میں یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ دین کا دار و مدار دو چیزوں پر ہے ایک نقل صحیح اور ایک فہم صحیح حضرات محدثین نے پہلی خدمت اور حضرات مجتہدین نے دوسری خدمت انجام دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً سو سال تک سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ صحابۂ کرام حدیثیں بیان کرتے اور لوگ اون کو اپنے دلوں کی تختیوں پر کندہ کر لیتے اور جو فتوے دیتے دل و جان سے اس کا اتباع کرتے صحابہ کا قرن قریب الختم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے علماء امت کے دلوں میں تدوین حدیث کا خیال القاء فرمایا یک حضرات محدثین کا گروہ الفاظ حدیث کے

جمع اور تدوین کی طرف اور حضرات فقہاء اور ائمۂ مجتہدین کا گروہ استنباط احکام اور تدوین فقہ کی طرف متوجہ ہوا۔

دوسری صدی کے شروع میں ان دونوں سلسلوں کا آغاز ہوا من جانب اللہ ایک گرہ الفاظ شریعت کی حفاظت میں مشغول ہوا اور دوسرا گروہ شریعت کے اغراض اور مقاصد اصول اور کلیات کے استنباط کی طرف متوجہ ہوا

مدینہ منورہ میں امام مالک موطا کی تالیف میں مشغول ہوئے اور کوفہ میں امام ابوحنیفہ استنباط اور استخراج مسائل میں مشغول ہوئے اور جس طرح موطا امام مالکؒ تمام کتب حدیث کیلئے سنگ بنیاد بنا اسی طرح فقہ ابوحنیفہ تمام فقہاء کے لئے مشعل راہ بنا۔ اور چونکہ تکوینی طور پر ان دونوں سلسلوں سے شریعت حقہ کی الفاظ اور معنی کی روایۃً اور درایۃً حفاظت مقصود تھی اس لئے من جانب اللہ اسی دوسری صدی کے شروع میں اصمعی اور خلیل بن احمد اور سیبویہ اور کسائی پیدا ہوئے تاکہ علوم عربیت، لغت اور اشتقاق اور نحو وغیرہ مدون ہو کر جن کے بغیر کتاب وسنت کا سمجھنا ناممکن ہے محدثین نے متون حدیث اور اسانید اور اسماء رجال اور جرح وتعدیل میں کتابیں اور جوامع اور سنن اور مسانید اور معاجم کے ڈھیر لگا دئے۔

فقہاء نے اصول اور کلیات کا استنباط کیا اور شریعت کے مقاصد اور مصالح کو واضح کیا دفتر کے مسائل فقہیہ تیار ہو گئے۔

تیسری صدی کے ختم تک حدیث اور فقہ کی تدوین حد کمال کو پہونچ گئی اور مشیت خداوندی کا جو منشاء تھا وہ پورا ہو گیا اور دین کی ضرورت مکمل ہو گئی نہ اب احمد بن حنبل اور بخاری جیسے حافظہ کی ضرورت رہی اور نہ ابوحنیفہ اور مالک جیسے فہم وفراست کی ضرورت رہی تکوینی طور پر دن بدن حافظہ اور فہم میں انحطاط شروع ہو گیا۔

منتہائے کمال نقصان است گل بریزد بوقت سیر اٰلے

بمقتضائے عقل اور نقل راستے دو ہی ہیں ایک اجتہاد اور دوسرا تقلید۔ اجتہاد ختم ہو گیا اور تقلید قیامت تک کیلئے باقی رہ گئی جس طرح کسی نئی حدیث اور نئی جرح وتعدیل کی ضرورت نہیں اسی طرح اب کسی نئے فقہ کی ضرورت نہیں ہم نے کوئی اجتہاد اور استنباط

کا دروازہ بند کیا ہم کون ہیں اور کیا ہیں اور ہمارے اختیار میں کیا ہے ہمارا اگر کچھ اختیار چلتا تو بخاری اور مسلم جیسا حافظہ ختم ہونے دیتے اور نہ ابو حنیفہ اور مالک جیسے اجتہاد اور استنباط کا دروازہ بند ہونے دیتے یہ سب کچھ من جانب اللہ ہے اسی کی مشیت نے بخاری اور مسلم جیسے حافظہ کو ختم کیا اور اسی کے ارادہ نے ابو حنیفہ اور مالک جیسے تفقہ اور استنباط کو دنیا سے اٹھا لیا سب مطمئن رہیں کہ اب نہ وہ حافظہ لوٹ کر آئیگا اور نہ وہ فہم و فراست واپس آئیگی ابتو قیامت تک تقلید ہی کرنی ہوگی۔ اہل حدیث یہ کہتے ہیں کہ اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ قوت اجتہادیہ نبوت نہیں لیکن قوت حافظہ بھی نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی۔ اسی طرح قوۃ اجتہادیہ بھی اگرچہ نبوت نہیں مگر ختم ہو گئی الغرض جب یہ ثابت ہو گیا کہ اب نہ وہ فہم ہے اور نہ وہ حافظہ ہے اور نہ وہ ورع او تقویٰ ہے تو پھر اس ماننے میں کیا تامل ہے کہ اجتہاد ختم ہو گیا۔

طریقۂ امتحان طریقۂ امتحان یہ ہے کہ علماء اہل حدیث میں سے چوٹی کے چار پانچ عالم منتخب کر لئے جائیں اور سو سو مسائل کی فہرست ان کے سامنے پیش کر دی جائے کہ ان مسائل کا جواب کتاب و سنت سے مدلل اور مفصل تحریر فرما دیں مگر شرط یہ ہے کہ بغیر فقہ کی کتابوں کے دیکھے اون مسائل کا جواب لکھیں پھر جب جواب مکمل ہو جائے تو کتب فقہ سے اس کا مقابلہ کیا جائے اور اون کے استدلالات کا فقہاء کے استدلالات سے موازنہ کیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ فقہاء کے سامنے لغو اور مہمل ثابت ہونگے یہ بھی انشاء اللہ تیمناً اور تبرکاً کہ رہا ہوں نہ کہ شکاً اور تعلیقاً جسوقت اہل حدیث کے جوابات کا عبارات فقہاء سے مقابلہ ہوگا تو اہل فہم اسوقت یہ شعر پڑھیں گے۔

ناز را روئے بباید ہمچو ورد ورنہ داری گرد بدخوئی مگرد

آج کل کے علماء کا جو حال ہے وہ ظاہر ہے لہذا اگر ہر ایک کو اجتہاد کی اجازت دیدی جائے تو ہر شخص کا ایک نیا مذہب اور نیا دین ہوگا اور اصل دین ندارد ہو جائے گا۔ احتیاط کا مقتضیٰ یہی ہو کہ مجتہدین سلف ہی کا اتباع کیا جائے اسلئے کہ اون کا علم اور فہم اور تقویٰ اور دیانت امت میں مسلم ہو چکی ہے بالفرض اگر اون حضرات کا فہم و فراست مسلم بھی نہ ہو تو کیا معاذ اللہ

ابو حنیفہ اور مالک۔ آج کل کے اہل حدیث سے بھی گئے گذرے ہوئے تھے۔ استغفر اللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ الغرض جب اجتہاد اور استنباط کی قوت نہ ہو تو تقلید لابد ہے۔ الفاظ میں بخاری اور مسلم کی تقلید کی جاتی ہے اور معانی میں ابو حنیفہ اور مالک کی تقلید کی جاتی ہی حالانکہ قرآن اور حدیث میں نہ بخاری اور مسلم کے نام کی تصریح ہے اور نہ ابو حنیفہ اور مالک کی نام کی پھر کیا وجہ ہے کہ فقہا کی تقلید تو شرک ہو جائے اور محدثین کی تقلید عین توحید کہلائے تقلدین اور غیر مقلدین میں فرق یہ ہی کہ غیر مقلدین نے صرف الفاظ میں سلف کی تقلید کی اور معانی میں مجتہد اور مختار بن گئے کہ معنی جو چاہیں اپنی طرف لگائیں چاہے اصول شریعت اور قواعد ملت کے موافق ہوں یا خلاف۔ اور مقلدین معانی میں بھی سلف صالحین کے مقلدین ہیں لفظ اور معنی دونوں ہی میں سلف کا اتباع ضروری سمجھتے ہیں۔

اسوقت اسی پر اکتفا کرتا ہوں آیندہ اگر خدا تعالیٰ کی توفیق ہوئی تو فقہ حنفی کیمتعلق کوئی مختصر تحریر ہدیہ اہل اسلام کروں گا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمکو اتباع شریعت اور استقامت فی الدین اور اپنی اور خوشنودی سے سرفراز فرمائے آمین یا ارحم الراحمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ط

ضروری گذارش

ماہنامہ دار العلوم کی اشاعت بعض ناگزیر مجبوریوں کے باعث چھ ماہ تک معرض التوا میں رہی اور اب جدید اشاعت کا سلسلہ محرم ۶۵ھ سے شروع ہوا ہے خریداران رسالہ کے حساب میں ضروری اصلاح کرا دی گئی ہے اور جس مدت تک شائع نہیں ہوا۔ اس کا چندہ خریداران رسالہ سے نہیں لیا جائیگا جن حضرات کی مدت خریداری ماہ رواں میں ختم ہو رہی ہے وہ اپنے رسالہ پر سرخ نشان (   ) ملاحظہ فرما کر ممنون فرماویں تاکہ وی۔ پی کے غیر ضروری مصارف زیر بار نہو

احقر مدیر ماہنامہ دار العلوم دیوبند

لطائف و اشارات قرآنی

از قاضی غلیق احمد صدیقی مدیر رسالہ

قرآن مجید کی تفسیر کس قدر مہتم بالشان اور دشوار خدمت ہے اس کا کچھ اندازہ علوم و معارف قرآنیہ سے مناسبت رکھنے والے حضرات ہی لگا سکتے ہیں۔ علاوہ اور بے شمار وجوہات کے ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ اس احکم الحاکمین کا کلام ہے جو اپنی ذات وصفات میں یکتا اور بے مثل ہے اس کی کتاب کی بھی لاریب یہی شان ہے کہ لا تنقضی عجائبہ قرآنی عجائبات کا سلسلہ تا قیام قیامت کبھی ختم ہونیوالا نہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی و لبطنها بطن الی سبعین یعنی آیات قرآنی جن معانی و مطالب کی حامل ہیں ان کی شان یہ ہے کہ ظاہری معانی و مطالب کے علاوہ ایک ایک لفظ کے باطنی معنی و مطالب اور دقائق و نکات کا سلسلہ ستر تک پہونچتا ہے۔ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خود ارشاد فرمایا ہے۔ ؎

چیست قرآن اے کلام حق شناس   رونمائے رب ناس آمد بہ ناس
حرف حرفش راست در بر معنے ،،   معنے در معنے ،، ،،

پھر لفظ سبعین محاورہ عرب میں تحدید عدد کے لئے نہیں بلکہ اکثر و بیشتر کلام میں کثرت مطلق کے لئے مستعمل ہے جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد عالی مطلب نہایت ہی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن مجید کا ایک ایک لفظ بے شمار معانی و مطالب کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔

حضرات مفسرین نے قرآن مجید کی بے شمار تفاسیر لکھیں اور موجودہ دور الحاد و بے دینی میں بھی برابر یہ سلسلہ جاری ہے اور انشاء اللہ قیامت تک کبھی یہ سلسلہ ختم ہونے والا نہیں مگر عجائبات قرآنی کا کماحقہ احاطہ نہ آجتک کوئی کر سکا اور نہ درحقیقت کسی کے لئے معانی و مطالب، دقائق و نکات کی آخری حد تک رسائی ممکن ہے۔

فن تفسیر سے مناسبت رکھنے والے حضرات سے یہ امر مخفی نہیں کہ ہر مفسر کا انداز بیان اور طریقہ تحقیق جدا ہے۔ بعض مفسرین نے قرآن مجید کے اسلوب بیان، معانی، اور نکات بلاغت پر غور کرنے میں اپنی عمر صرف کردی ان کے پیش نظر قرآن کی علو شان، درفعت مکان رہی کہ یہ کلام ربانی کلام انسانی

کس درجہ بلند اور ممتاز ہے علامہ زمخشریؒ نے خصوصیت کے ساتھ اسی مقصد کو پیش نظر رکھا ہے اگرچہ ساتھ ہی ساتھ دیگر مقاصد قرآنی کو بھی نظر انداز نہیں کیا۔ متاخرین میں سے بعض مفسرین نے اس انداز بیان میں علامہ زمخشریؒ کی تقلید کی ہے۔

بعض حضرات مفسرین نے اعراب قرآن کے بیان کرنے میں خاص اہتمام کیا ہے اور الفاظ کے احتمالات اور وجوہ کے بیان کرنے میں امکانی تفصیل و توضیح سے کام لیا ہے لیکن اس سلسلہ میں تحقیق و تدقیق میں ہر مفسر نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ قرآن کی گہرائیوں تک اس سلسلہ میں بھی رسائی ممکن نہیں۔

مفسرین کی ایک اور جماعت ہے جس نے عبادات و معاملات کے متعلق احکام شرعی بیان کرنے میں اپنی عمر عزیز صرف کی ہے اور احکام و قوانین شرعیہ کا ایک بیش بہا ذخیرہ دنیا کے سامنے پیش کر کے یہ دکھلا دیا کہ آیات قرآنی سے احکام و قوانین ضروریہ کا استنباط کس طرح کیا جاتا ہے۔

حضرات مفسرین کا ایک اور بھی ممتاز گروہ ہے جس نے اصول عقائد کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے اور مخالفین اسلام کا رد کرنے اور کج بحثوں کے معقول کرنے میں منقولات کو دلائل عقلیہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ حضرت امام فخرالدین رازیؒ نے اسی طرف توجہ فرمائی ہے۔

بعض مفسرین نے ان حقائق قرآنیہ کے بیان کرنے میں اپنی پوری قوت صرف کی ہے جن کو "اشارات قرآن" کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور درحقیقت یہ ایک ایسا دقیق و عمیق مضمون ہے جس سے اکثر لوگوں کو مغالطہ ہوا ہے اور فرقہ باطنیہ اور حضرات صوفیائے کرام کے کلام میں اکثر مسائل کے متعلق اشتباہ پیدا ہو گیا ہے اسی قسم کے اشتباہ کا نمونہ وہ تفسیر موجود ہے جو حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ کی طرف منسوب ہے اور درحقیقت قاشانی باطنی کی تالیف ہے جس میں اکثر و بیشتر ایسی باتیں بیان کی گئی ہیں جن سے ملت حنیف اور کتاب الٰہی کو کوئی نسبت نہیں۔

احقر کو اس وقت جن "لطائف و اشارات" کا بیان کرنا پیش نظر ہے وہ حتی الوسع وہی ہوں گے جو علمائے محققین کی تحقیق اور تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہیں یہ "لطائف و اشارات" کسی مستقل تفسیر کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف اس نقطۂ نگاہ سے پیش کئے جا رہے ہیں کہ ہمارے علمائے سلف کو قرآن مجید سے کس درجہ انس اور لگاؤ تھا اور ان کی تدبیر فی القرآن کی کیا شان تھی کہ ظاہری معانی و مطالب میں غور و خوض اور استنباط مسائل کی خدمت کے ساتھ ساتھ لطائف و نکات قرآنیہ کے بحر ناپیدا کنار میں بھی تا بمقدور غواصی کر کے کتاب الٰہی کے بے بہا موتی اور جواہر پارے دنیا کے سامنے پیش کر دئے۔ فجزاہم اللہ احسن الجزاء

(۱) قرآن مجید۔ قرآن کا نام قرآن مجید کیوں قرار دیا گیا اس کی وجہ تسمیہ کے بے شمار وجوہ کے علاوہ

ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن ان تمام مطالب و مضامین کا بھی حامل ہے جو تمام صحف و کتب آسمانی میں جدا جدا بیان کئے گئے جن کا ماحصل اور خلاصہ توریت۔ زبور۔ اور انجیل میں بیان کیا گیا اعداد ابجد کے اعتبار سے قرآن مجید کے ۴۰۸ عدد ہوتے ہیں۔

ق	۱۰۰
ر	۲۰۰
ا	۱
ن	۵۰
م	۴۰
ج	۳
ی	۱۰
د	۴
قرآن مجید	۴۰۸

اب اگر توریت۔ زبور اور انجیل کے ایک ایک ابتدائی حرف کے اعداد شمار کئے جائیں تو ان کا مجموعہ بھی ۴۰۸ ہی ہوتا ہے۔

ت	۴۰۰
ز	۷
ا	۱
	۴۰۸

اس میں غور کرنے والے کے لئے ایک لطیف اشارہ موجود ہے کہ قرآن مجید میں تمام آسمانی کتابوں کی روشن تعلیم کا خلاصہ موجود ہے۔ (باقی آئندہ)

"مسلمانوں کی پستی کا سبب"

ہر کوئی مست مئے ذوق تن آسانی ہے
ہم مسلمان ہیں؟ یہ انداز مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نے دولت عثمانی ہے
تم کو اسلاف سے کیا نسبت روحانی ہے
وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

(اقبال مرحوم)

فتاویٰ دار العلوم دیوبند

س۱ کیا قرآن مجید میں منسوخ آتیں ہیں اگر ہیں تو کتنی؟

س۲ صحیح حدیث ناسخ قرآن ہو سکتی ہے اگر ہو سکتی ہے تو حدیث کلامی لا ینسخ کلام اللہ و کلام اللہ ینسخ کلامی و کلام اللہ ینسخ بعضہا بعضاً کے کیا معنی ہوں گے؟

س۳ یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ شرک ہے۔ لہذا کن کا وظیفہ شرک ہے مگر حضرت قاسم العلوم و الخیرات علیہ الرحمۃ و الرضوان کے اس شعر کی کیا معنی ہوں گے ؎ مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار اور دوسرا قصیدہ بردہ کا شعر: یا اکرم الخلق مالی من الوذ بہٖ ؎ سواک عند حلول الحادث الفھم

س۴ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو زندہ ہیں اور آسمان دوم پر جلوہ فرما ہیں۔ مگر حضرات خضر، الیاس، ادریس علیہم السلام بھی زندہ ہیں یا ان کا وصال ہو چکا؟

س۵ یزید کا ہاتھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے قتل میں تھا یا اسکی اجازت کے بغیر یہ معاملہ ہوا؟

س۶ ایسی قرآن کریم کی تفسیر ارشاد فرماویں جو میں مطالعہ کے اندر رکھوں اور جو صحیح مسلک پر لکھی گئی ہو چاہے عربی ہی کی ہو۔

س۷ حضرت امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیا سے جو بزرگ رخصت ہو گیا ہو اسکے واسطے سے دعا نہیں مانگنی چاہیئے بلکہ زندہ کا واسطہ دینا چاہیئے جیسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے بارش کی دعا مانگی تھی اور پیش حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا تھا اسپر وہ استدلال فرماتے ہیں کہ اگر دنیا سے رخصت ہو جانیوالوں کا واسطہ جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دیتے چونکہ یہ شرک تھا اس لئے آپنے ایسا نہیں کیا یہ مضمون کتاب الوسیلہ میں ہے مگر برخلاف اس کے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی جانشین حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الشہاب الثاقب میں میں نے پڑھا کہ مرحوم بزرگ کا واسطہ جائز ہی نہیں بلکہ طریقت کی شجرے حضرت نے تحریر فرمائے ہیں جن میں بزرگوں سے توسل فرمایا گیا ہے۔

س۸ یہ پیر پرست یا جتنے بھی لوگ شرکیہ افعال کے مرتکب ہوتے ہیں مثل حضرات بریلویوں کی تشبیہ کہ تعزیہ پر منتیں چڑھاتے ہیں اور مرادیں مانگتے ہیں کیا یہ لوگ ابوجہل و ابولہب کے برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

الجواب ا۔ جواباً عرض ہے کہ اولاً نسخ کی حقیقت کو معلوم کر لینا ضروری ہے اسکے معلوم ہو جانے

کے بعد سے اشکالات انشاء اللہ خود بخود زائل ہوجائیں گے۔

میرے محترم نسخ کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کوئی واقعہ بیان کیا گیا اور بعد ازاں منسوخ کر دیا گیا ظاہر ہے کہ عالم کون ہیں جو چیز پیش آچکی ہے وہ کسی کے مٹائے سے نہیں مٹ سکتی ہے اس نسخ کی دوسری تعبیر کذب ہے اور یہ کلام الٰہی میں موجود نہیں ہے اور یہی مطلب ہے اون حضرات کا جو فرماتے ہیں کہ اخبار میں صلاحیت ہی نسخ کی نہیں ہے اُس کے بعد باقی رہ جاتا ہے احکام (امر و نواہی) کا سلسلہ سو اسکی بھی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کسی حاکم نے ایک حکم دیا اور اس کے بعد اسکو معلوم ہوا کہ میں نے اس حکم میں غلطی کی یا یہ کہ تجربہ سے ثابت ہوا کہ یہ حکم رعایا کیلئے مضر اور تکلیف دہ ہے اس لئے اسکو اپنا حکم بدلنا پڑا۔

بناءً علیہ اس نے سابق حکم کو اٹھا دیا اس قسم کا نسخ کلام الٰہی میں نہ ہے اور نہ ہو سکتا ہے، دوسری صورت نسخ کی یہ ہے مثلاً کسی طبیب نے کسی مریض کی نبض دیکھی مرض کی تشخیص کی اور سمجھ لیا اس مرض کو فلاں دوا دیجانی چاہیئے اسکے بعد مرض کی کیفیت میں فلاں تغیر رونما ہوگا اسوقت فلاں دوا دوں گا اور یہ دوا بند کر دوں گا اسکے بعد یہ دوا بھی بند کر دوں گا اور فلاں دوں گا حتی کہ مرض کا زوال ہو جائیگا۔ یوں خیال فرمائیے کہ کسی مریض کے لئے طبیب نے اسکے حالات کی جانچ کے بعد منضج تجویز کیا خود اسکے ذہن میں ہے کہ مثلاً پندرہ یوم تک منضج پلانا ہے مگر مریض سے ظاہر نہیں کیا مریض اپنی فہم کے مطابق یہی خیال کرتا رہا کہ میرے مرض کا زوال اسی نسخہ سے ہوگا اور میں حصول صحت تک برابر یہی نسخہ پیا کرونگا بعکس طبیب کی رائے کے موافق جب مدت معینہ گذری اور مادہ کا نضج کامل ہوگیا تو اوس نے مسہل دیا مریض کو چونکہ پہلے ہی سے خیال تھا کہ سابقہ دوا حصول صحت تک جاری رہیگی اس لئے وہ اسکو نسخ کہیگا مگر حقیقت میں یہ تغیر طبیب کی رائے کا تغیر نہیں ہے بلکہ مریض کا ظن غلط ہے اسی طرح ادویہ مسہلہ کو طبیب نے مریض کے طبیعت کے تغیر کو دیکھکر اپنی سابقہ رائے کے موافق بدلنا شروع کیا۔ جب ادویہ مسہلہ کے ذریعہ سے مادہ فاسدہ کا اخراج کامل ہوگیا تو اوس نے تقویت بدن کی طرف توجہ کی ان تمام صورتوں میں طبیعت کی رائے میں ذرہ برابر تغیر نہیں ہے اوس نے پہلے دن ہی یہ تجویز کر لیا تھا کہ مریض کی طبیعت اس طرح بدل گئی اور میں اپنے نسخہ میں فلاں فلاں طریقہ سے تغیر کروں گا اسی سابقہ نظام اوس نے تغیرات کئے مگر مریض نے اول دن ہی یہ خیال کر لیا تھا کہ طبیب کا یہ نسخہ حصول صحت کیلئے ہی اسواسطے وہ ان تغیرات کو طبیب کی رائے کا تغیر قرار دے رہا ہی پس فی الحقیقت طبیب کا یہ طرز اس مدت کو

ظاہر کر رہا ہے جو اس نے اپنے ذہن میں پہلے ہی نسخہ متعین کر رکھی تھی طبیب کی رائے کا تغیر نہیں ہے بہت سی بہت یہ کہ اسکا نسخ مریض سے اس مدت کا اظہار نہ کیا تھا یہ ہے کہ معالج کیلئے یہ ضروری بھی نہیں کہ مریض پر اپنے نظام کا اظہار بھی کرے اس قسم کا نسخ کلام الٰہی بلکہ احکام شرعیہ میں بھی ہے۔

فخر عالم آنحضور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں مسلمانوں کو کفار اور مشرکین کے ساتھ ترک جہاد کا حکم دیا گیا۔ عالم الغیب جل وعلا شانہٗ کو علم میں اس امر کی ایک مدت معین تھی (یعنی بعد از ہجرت) کہ چونکہ کفار و مشرکین کی شرارت زائد از حد متجاوز ہو چکے گی۔ دوسری جانب مسلمانوں میں بھی دفاع کی قوت آجاوے گی اس وقت ترک جہاد کے حکم کو اٹھا دیا جاویگا۔ لیکن اس مدت معینہ کا اظہار نہ کیا گیا اس لئے مسلمان یہی سمجھتے رہے کہ یہ حکم ابدی ہے۔ اب جبکہ ترک جہاد کا حکم ختم ہو گیا کہ جہاد کرو جس کا مطلب عرض سابق کی موافق یہی ہے کہ ہمارے اذہان کے اعتبار سے اسکو تغیر کہا جائے ورنہ فی الحقیقت تغیر نہیں ہے بلکہ مدت معینہ غیر مذکورہ کا اظہار ہے۔

اگر پہلی قسم کا نسخ کلام الٰہی میں ہو تو اسکو الٰہی کلام نہیں کہا جا سکتا ہے کیونکہ بہت بڑا عیب ہے اور دوسرے قسم کے تغیرات میں کسی قسم کا عیب نہیں بلکہ یہ تغیر قابل مدح ہے۔

اسکے بعد یہ عرض کرنا کہ کلام الٰہی میں منسوخ آیات کی تعداد کیا ہے دشوار ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بعض آیات کے معنی میں مفسرین رحمہم اللہ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک ایک آیت کے معنی ایسے ہیں کہ اُن معنی کے اعتبار سے لامحالہ اس آیت کو منسوخ کہنا پڑتا ہے بعض حضرات نے اُس کی توجیہ کی آیت کو منسوخ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئی مثلاً قرآن شریف میں ہے (وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ) بعض حضرات نے اسکے معنی یہ بیان فرمائے جو لوگ روزے کی طاقت رکھیں وہ فدیہ دے سکتے ہیں انکو کہنا پڑا کہ یہ آیت اپنے بعد والی آیت (فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ) سے منسوخ ہے اور طاقتور لوگوں کو اجازت نہیں ہے کہ طاقت ہوتے ہوئے روزہ نہ رکھیں اور فدیہ دیدیا کریں اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اسکے معنی یہ ہیں کہ جن لوگوں میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو (مثلاً شیخ فانی) وہ فدیہ دیدیا کریں، ان حضرات کو کوئی ضرورت پیش نہ آئی کہ اس آیت کو منسوخ کہیں۔ پس بعض حضرات کے نزدیک منسوخ آیتوں کی تعداد بڑھ گئی اور بعض کے نزدیک کم ہو گئی۔ جلال الدین سیوطیؒ کی تفسیر اتقان میں آپ اسکی مفصل بحث ملاحظہ فرما سکتے ہیں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے اپنی مشہور کتاب الفوز الکبیر میں اس مبحث پر ایک سیر حاصل بحث کی ہے وہ پورے غور و خوض کے ساتھ قابلِ

مطالعہ ہے اس بحث کا ایک جملہ یہ ہے فرماتے ہیں ولہذا عدد آیات منسوخہ بپانصد رسیدہ اند
و اگر نیک بنگاہی غیر محصور ست اما آنچہ باصطلاح کہ متاخرین منسوخ است عدد قلیل است بیش
نیست، لاسیما بحسب توجیہے، کہ انتیار کردہ ایم بعد ازاں کہ از بعض علماء آنچہ مذکور شد بلبسط
لائق تقریر نمود آنچہ برائے متاخرین منسوخ است بروفق شیخ ابن العربی تحریر کردہ قریب بست آیت
شمردہ، فقیر را در اکثر آں بست نظیر است۔ اس مختصر سی عبارت سی نسخ کے بہت سے گوشے
تھوڑی توجہ کے بعد سامنے آجاتے ہیں۔

۲ نسخ کی چار قسمیں ہیں (۱) نسخ کتاب بالکتاب (۲) نسخ السنۃ بالسنۃ (۳) نسخ الکتاب بالسنۃ
(۴) نسخ السنۃ بالکتاب علمائے حنفیہ رحمہم اللہ چاروں قسم کے نسخ کو جائز کہتے ہیں لیکن شوافع ۳ و ۴
کے نسخ کو ناجائز کہتے ہیں۔ والدلائل والجوابات لاتلیق لہذا المقام۔

اب رہا آنحضور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے کا جواب کہ کلامی لاینسخ کلام اللہ الخ مرقات
شرح مشکوٰۃ میں علامہ حافظ ابن حجر سے اس طرح نقل کیا ہے ولا یرد علیہم ما فی ھذا
الحدیث لتوقف ذلک علی صحتہ او حسنہ علے انہ یمکن تاویلہ بحمل علی انہ لاینسخ
لفظہ، یعنی اول تو یہی غور طلب ہے کہ حدیث مذکور جو مشکوٰۃ شریف میں دار قطنی سے منقول ہے
حسن ہے یا صحیح پھر اس صورت کے مجوزین اس حدیث کا مطلب یہ بیان کر سکتے ہیں کہ میرا
کلام الفاظ قرآن کو منسوخ نہیں کر سکتا ہے جس کا خلاصہ یہی نکلے گا کہ احادیث نبویہ صلی
اللہ علیٰ صاحبہا وسلم سے کوئی آیت قرآنی منسوخ التلاوت نہیں ہو سکتی ہے اگر منسوخ الحکم
ہو منسوخ التلاوت نہ ہو تو اس حدیث کے مخالف نہیں۔ اشعۃ اللمعات میں فرمایا گیا ہے مراد
بکلامی آں باشد کہ بطریق رائے واجتہاد فرمودہ باشند بوحی یا ایں حدیث منسوخ ست یعنی
کلامی سی مراد حضور کا وہ کلام ہے جو آپنے بطور رائے اور اجتہاد فرمایا ہو، وحی سے نہ فرمایا ہو
جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ یا تو حسن کو اس حدیث میں غیر ناسخ قرار دیا گیا ہے یا وہ کلام ہے جو آپ نے
خود اپنی رائے اور اجتہاد سی فرمایا ہو سو یہ بیشک ناسخ نہیں ہے اور اب جس کلام کو کرنا آنحیت
کا مرتبہ دیا ہے وہ وہ کلام ہے جسکو آپنے حسب رضائے الٰہی و وحی خداوندی فرمایا ہو اور یا یہ کہ
اس حدیث ہی کو منسوخ قرار دیا جاوے۔

۳ حقیقت یہ ہے کہ علماء کا بڑا فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ عوام کے عقائد اور اعمال کا لحاظ اور ایسی
کوئی بات نہ خود کریں نہ کسی کو کرنے دیں کہ جس سے عوام میں غلط فہمی یا بدعقیدگی پھیلنے کا

اندیشہ ہو اسو جہ سے بہت سے مسائل میں عوام کی رعایت سے احکام جاری کئے جاتے ہیں۔

میری اس گذارش پر پوری روشنی فتاوی امدادیہ صفحہ ۹۴ جلد ۴ از حضرت تھانوی قدس سرہ کی عبارت سے پڑتی ہے اور اسکو ملاحظہ فرمانیکے بعد اسکی ممانعت میں اور اصفیاء اولیاء کے کلام میں ندا کے ہونے میں تعارض بھی نہیں رہتا ہے فرماتے ہیں ایسے امور و معاملات میں تفصیل یہ ہے کہ صحیح العقیدہ سلیم الفہم کیلئے جواز کی گنجائش ہو سکتی ہے تاویل مناسب کرکے سقیم الفہم کیلئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ و عملیہ کے اجازت نہیں دیجاتی چونکہ اکثر عوام بدفہم اور کج طبع ہوتے ہیں انکو علی الاطلاق منع کیا جاتا ہے اور منع کرنے کیلئے اسکی علت اور مدار کو اس لئے بیان نہیں کیا جاتا ہے کہ قیاس فاسد کرکے جائز امور کو قرار دے لیں گے جیسے عوام کی حالت ہے کہ دو امر و نکو جن میں واقع میں تفاوت ہے مساوی سمجھکر ایک کے جواز سے دوسرے پر جواز کا حکم لگا لیتے ہیں اس لئے انکو مطلقاً منع کیا جاتا ہے اس قاعدہ کے دریافت کر لینے کے بعد ہزارہا اختلاف جو ان امور میں واقع ہیں انکی حقیقت منکشف ہوجائیگی اسکی ایسی مثال ہے کہ بوجہ ردایات اکثر مزاجوں کے کوئی ڈاکٹر کسی فصلی چیز کے کھانے سے عام طور پر منع کردے مگر خلوت میں کسی خاص صحیح المزاج آدمی کو بعض طریق و شرائط کے ساتھ ایسی چیز کی اجازت دیدے اس تقریر سے مانعین و مجوزین کے اقوال میں تعارض نہ رہا یہ اجازت عوام کے حق میں تم قائل ہو کہ

حضرت ممدوحؒ کی یہ تحقیق کافی و شافی ہے اسلئے یا شیخ عبدالقادر شیئاً للہ پڑھنے والے کو ہم کو آپ عموماً اس کا قائل دیکھیں گے کہ وہ حاضر و ناظر ہیں (العیاذ باللہ)

پس عوام کا عقیدہ شرک کا ہے یا بطور غلبہ ظن کے اس عقیدہ مشرکیہ کے شیوع کا احتمال ہے اس لئے عوام میں بجائے خود صالح العقیدہ صاحبوں کو بھی احتیاط کی ضرورت ہے۔

۶ تفسیر ابن کثیر و بغوی میں سورہ صافات اور سورہ مریم ملاحظہ فرمادیں تو معلوم ہوگا کہ حضرت خضر اور حضرت الیاس علیہما السلام تو حی ہیں اور حضرت ادریس علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں کچھ اختلاف ہے ان دونوں کتابوں میں حضرات ثلثہ کی متعلق پوری تفصیل موجود ہے

۷ تواریخ کی اوراق گردانی سے جہانتک میں نے سمجھا وہ یہ ہے کہ یزید کی یہ خواہش تو ضرور تھی کہ سبط رسول حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے بیعت کرلیں تاکہ بیعت نہ کرنیکی وجہ سے جس شورش اور فتنہ کا احتمال تو رہے وہ باقی نہ رہے مگر اوس نے یہ امر کسی کو نہ کیا تھا کہ جگر گوشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بایں قساوت شہید کردیا جاوے۔

خوشامدی لوگوں نے معاملہ کو اس حد تک پہونچا دیا اور چونکہ اس کی سلطنت کا اس صورت میں تحفظ ہو گیا اس لئے اسپر کسی سے دار و گیر بھی نہیں کی یزید اس دنیا میں نہیں ہے اپنے اعمال کی سزا بھگت رہا ہوگا اسلئے اسوقت اسپر فرد جرم لگانیکی ہم کو کوئی ضرورت نہیں ہے کہ اس میں خطرہ ہے۔

۶ اگر عربی کی تفسیر مل جائے تو روح المعانی ملاحظہ فرمادیں۔ اردو کی تفسیروں میں بیان القرآن از حضرت مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی بہت عمدہ تفسیر ہے اس میں عربی جاننے والوں کے لئے بھی حاشیہ پر مختصر مختصر الفاظ میں معانی کثیرہ جمع کر دیئے گئے ہیں اور اردو جاننے والوں کے لئے تو کافی ذخیرہ ہے مگر اس میں شک نہیں کہ عالمانہ انداز کی وجہ سے بعض مغلق الفاظ ضرور ہیں جو کہ صرف اردو داں اصحاب کی استطاعت سے باہر ہیں تفسیر حقانی بھی اچھی تفسیر ہے ترجمہ قرآن حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جو مدینہ پریس بجنور میں طبع ہوا ہے وہ بھی بہت اچھا ہے۔

۷ اصل یہ ہے کہ امام ابن تیمیہ توحید کے بارہ میں بہت زیادہ متشدد ہیں اور بہت زیادہ اقدامات کر جاتے ہیں اسی لئے ان کے یہاں توسل کا میدان تنگ ہے اور چونکہ اصل مسئلہ ہی میں انکے یہاں تنگی ہے اس لئے وہ اس قسم کی تاویلیں کر جاتے ہیں۔

آپ ہی غور فرمائیں کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فعل سے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بوقت دعا پیش کیا ہے کیونکہ ثابت ہوا یعنی یہ کیونکر معلوم ہوا کہ توسل بالاموات ناجائز ہے توسل بالاحیا ہی جائز ہے بہت سے بہت ثابت ہوا تو یہ کہ توسل بالاحیاء جائز ہے یہ صحیح کہ آنحضور فخر عالم جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الوسائل ہیں۔ مگر اس توسل بالعباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا یہی مطلب نکلتا ہے کہ توسل بالاموات ناجائز ہے کیا یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ اس توسل سے امت پر توسع کرنا تھا یعنی یہ ظاہر کرنا تھا کہ توسل بالاموات کی طرح توسل بالاحیا بھی جائز ہے یعنی توسل بالنبی الافضل تو کر ہی سکتے ہو اس صورت میں توسل بالحی المفضول (بالنسبۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم) بھی جائز ہے یہ احتمال اگر ظاہر ضعیف معلوم ہوتا ہے مگر یہ احتمال اسوقت قوی ہو جاتا ہے جبکہ طبرانی کی کبیر اور اوسط میں اس روایت پر نظر ڈالی جاوے کہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عثمان بن حنیفؓ نے ایک شخص کو ایک دعا سکھائی جسمیں بطور توسل محمد نبی الرحمۃ ہے ملاحظہ ہو نجاح الحاجہ) اس سے بصراحۃ جواز معلوم ہوتا ہے۔ ۸ یقیناً ایسے لوگ منکرین قرآن شریعت کے مرتکب ہیں اور بعض مواقع پر تو خوف کفر یقینی ہے لیکن انکو باوجود اس کے ہمت نہیں ہوتی ہے کہ انکو ابولہب اور ابوجہل کے مساوی کر دیا جاوے اور حقیقت یہ ہے کہ ہمکو اس توازن کی کوئی حاجت اور کچھ ضرورت بھی نہیں ...... محمد اعزاز علی غفرلہٗ۔ الجواب صحیح مسعود احمد عفا اللہ عنہ دار العلوم دیوبند

مناقب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ

(از قاضی خلیق احمد صدیقی)

ولادت باسعادت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ یکم رمضان المبارک ۴۷۰ھ ہجری کو بوقت شب قصبہ جیلان متصل طبرستان علاقہ ایران میں تولد ہوئے حضرت شیخ احمد قرشی جو اجلۂ اولیاءِ کرام میں سے تھے اونہوں نے تاریخی سجع جاءٔ فی عشق ارشاد فرمایا "عشق" کے اعداد بحساب ابجد چار سو ستر ۴۷۰ ہوتے ہیں۔

شب ولادت میں حضرت پیران پیرؒ کے والد بزرگوار حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام و اولیائے عظام کے۔ ان کے دولتکدہ پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ " اے ابو صالح تجھکو اللہ تعالیٰ نے جو فرزند عطا فرمایا وہ میرا اور اللہ عزوجل کا محبوب ہے"

حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ کی والدۂ محترمہ کا بیان ہے کہ زمانۂ رضاعت میں میرے لخت جگر عبدالقادر نے ماہ رمضان میں کبھی دودھ نہیں پیا ایک مرتبہ ہلال رمضان المبارک میں اشتباہ ہوا۔ مجھ سے اہل محلہ نے دریافت کیا کہ کیا روئت ہلال کے متعلق آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے؟ میں نے کہا کہ کوئی اطلاع تو نہیں مگر آج صبح صادق کے وقت سے میرے عبدالقادر نے دودھ نہیں پیا اس لئے مجھے یقین ہے کہ آج رمضان شریف کی پہلی تاریخ ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد معتبر شہادتوں سے تصدیق ہوگئی کہ کل شام ہلال رمضان دیکھا جاچکا ہے اس کے بعد اطراف واکناف میں یہ بات عام طور سے مشہور ہوگئی کہ سادات شرق میں ایک رضیع بچہ ہے جو رمضان میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

صداقت مآب عبدالقادرؒ

قاضی القضاۃ حضرت شیخ ابوالحسن بن رافع تمیمی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ جب میری عمر اٹھارہ سال کی ہوئی تو نے اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کیا کہ میں تحصیل علم کے لئے بغداد جانا چاہتا ہوں انہوں نے بخوشی اجازت عطا فرمائی اور چالیس دینار میرے جبہ میں سی دئے اور رخصت کرتے وقت فرمایا بیٹا! میں تم کو نصیحت

کرتی ہوں ہمیشہ سچ بولنا جھوٹ بات کبھی منہ سے نہ نکالنا جاؤ خدا حافظ! واللہ خیر الحافظین۔ والدہ محترمہ سے رخصت ہو کر میں قافلہ کے ساتھ بغداد روانہ ہوا جب ہمارا قافلہ مقام ہمدان سے آگے بڑھا تو اچانک قزاقوں نے قافلہ پر حملہ کیا اور تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ ایک قزاق نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے نوجوان تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ میں نے والدہ کی نصیحت کے مطابق سچائی سے کام لیا اور صاف صاف کہدیا کہ میرے پاس چالیس دینار ہیں جو میرے لبادے میں سلے ہوئے ہیں اس نے اس بات کو مذاق پر محمول کیا اور چلا گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک دوسرے قزاق نے دریافت کیا اس سے بھی میں نے حقیقت حال کا اظہار بے کم وکاست کر دیا۔ یہ دونوں قزاق مجھکو اپنے سردار کے پاس لے گئے اور تمام ماجرا بیان کیا سردار نے مجھ سے کہا کہ سچ بتلاؤ تمہارے پاس کیا ہے؟ میں نے صاف طور سے کہدیا کہ پاس چالیس دینار ہیں جو میرے لبادے میں سلے ہوئے ہیں اس نے لبادے کو ادھیڑ کر دیکھا تو اس میں سے دینار برآمد ہوئے اس وقت سردار نے کہا اے نوجوان! تم جانتے ہو کہ ہم لوگ قزاق ہیں جو مال ملتا ہے لوٹ لیتے ہیں پھر تم نے ان دیناروں کا بھید کیوں مخفی نہ رکھا؟ میں نے کہا کہ میری والدہ نے رخصت کرتے وقت مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا کبھی کوئی بات جھوٹ نہ کہنا پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میں والدہ کے حکم کی خلاف ورزی کروں والدہ کا حکم دیناروں سے زیادہ قیمتی ہے اس جواب کو سنکر وہ سردار متاثر ہوا اور کہنے لگا۔ افسوس کہ تم اپنی والدہ کی نصیحت پر اس قدر عامل ہو اور میں کیسا بدبخت ہو کہ ایک عرصہ دراز سے اپنے مالک کے احکام کی پروا نہیں کرتا اس کی مخلوق کو تباہ کرتا ہوں یہ کہکر اس کی آنکھیں پرنم ہو گئیں زار زار رونے لگا۔ میں نے کہا کہ اللہ تجھکو نیک توفیق دے اور راہ راست پر لائے یہ سنکر وہ میرے قدموں پر گر پڑا اور میرے ہاتھوں پر گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ کے لیے محتاط رہنے کا عہد واثق کیا اور تمام قافلہ کا لوٹا ہوا مال واسباب واپس کر دیا اس سردار کا نام احمد بدوی تھا۔ یہ پہلا شخص ہے جس نے میرے ہاتھ پر توبہ کی (اذکار الابرار)

تعلیم حضرت شیخ المعارف ابو محمد شیبانی رح بیان فرماتے ہیں کہ ماہ صفر ۴۸۸ھ ہجری میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی بغداد میں تشریف لائے سب سے پہلے آپ نے حضرت حافظ ابو طالب بن یوسف رح سے قرآن مجید حفظ کیا پھر قاضی ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد حضرت ابو بکر بن مظفر رح سے حدیث پڑھی اور حضرت ابو محمد جعفر سراج اور ابو سعد صمدانی رح سے تفسیر پڑھی اور نہایت ہی قلیل مدت میں قرآن حکیم کے اسرار ظاہری و باطنی سے ایک خاص مناسبت پیدا ہو گئی۔ (تاریخ علامہ ذہبی)

ریاضت و مجاہدہ

ماہ ذی الحجہ ۴۹۶ھ ہجری میں حضرت پیران پیرؒ فارغ التحصیل ہوئے اور سند تکمیل حاصل کر کے ریاضت و مجاہدہ کی طرف راغب ہوئے پچیس سال تک آپ نے مجاہدہ کیا اور حضرت ابو سعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے ریاضت و مجاہدہ کی تکمیل کے بعد آپ اکثر اوقات تخلیہ میں رہتے تھے (اذکار الابرار)

واعظ و تذکیر

شیخ ابو المسعود احمد الحریمیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ۱۶ شوال ۵۲۱ھ ہجری شب سہ شنبہ کو میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے مجھے خطاب کر کے ارشاد فرمایا عبدالقادر لم لا تکلم؟ اے عبدالقادر تم کلام کیوں نہیں کرتے میں نے عرض کیا کہ حضور! میں عجم کا رہنے والا ہوں فصحائے عرب کے سامنے کیونکر زبان کھولوں یہ سنکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ تلاوت فرما کر مجھ پر دم کیا اسی روز میں نے منبر پر بیٹھکر واعظ کہا جس کو سنکر سامعین بہت متاثر ہوئے پھر چند روز میں میرے وعظ کی شہرت ہو گئی اور ستر ستر ہزار آدمی مجلس وعظ میں شریک ہونے لگے (ترغیب الناظر)

وعظ وارشاد کے اثرات

حضرت سیف الدین سید عبدالوہابؒ (حضرت پیران پیرؒ کے صاحبزادے) روایت فرماتے ہیں کہ حضرت والد بزرگوار ہفتہ میں تین بار عام مجمع میں تقریر فرماتے جمعہ دوشنبہ اور چہارشنبہ کے روز۔ آپ کی مجلس وعظ میں بے شمار علما، و صلحا کا ہجوم ہوتا تھا آپ کی تقریر اس قدر موثر ہوتی تھی کہ سننے والے چیخیں مار مار کر رویا کرتے تھے ایک لاکھ سے زیادہ فاسقوں نے آپ کے دست مبارک پر توبہ کی اور چھ سو یہودیوں اور نصرانیوں نے اسلام قبول کیا۔ (اخبار الاخیار)

حضرت ابو عبداللہ محمد بن ابو الغنائم بیان فرماتے ہیں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے ۵۵۱ھ ہجری تک وعظ فرمایا اور چوبیس سال تک یہ علمی و تبلیغی خدمت انجام دی آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! میں کچھ کہتا ہوں اللہ کے حکم کے مطابق کہتا ہوں اور باطن کی قوتیں میرے کلام کے ساتھ ہوتی ہیں (لطائف قادریہ)

اوصاف حمیدہ واخلاق حسنہ

حضرت ابو الخیر بن معروفؒ فرماتے ہیں کہ آپ کا جسم شریف دبلا تھا، قد میانہ، رنگ گندمی، سینہ چوڑا، آنکھیں بڑی اوپر جلال

عہ اللہ کے راستہ کی طرف حکمت اور بہتر نصیحت کے ساتھ لوگوں کو دعوت

ڈاڑھی لمبی اور گنجان، ابرو باہم ملے ہوئے، آواز بھاری جس وقت کلام فرماتے تو مجلس گونج جاتی تھی طبیعت نہایت نفاست پسند، مزاج نرم اور اخلاق نہایت وسیع تھے۔

لباس آپ لباس نہایت اعلیٰ درجہ کا استعمال فرماتے جو عالمانہ وضع کا ہوتا تھا۔

ہدایا و تحائف آپ کی خدمت اقدس میں امراء اور رؤسا کی طرف سے جو ہدایا اور تحائف آتے آپ انکو قبول فرما کر غرباء و مساکین کو تقسیم فرما دیتے۔

امراء کی جانب بے التفاتی آپ رئیسوں اور اہل ثروت سے زیادہ اختلاط نہ فرماتے۔ نہ ان کی تعظیم کرتے۔ نہ کسی امیر یا رئیس کے مکان پر جاتے خلیفۂ وقت المستنجد باللہ عباسی حاضر خدمت ہوتا تب بھی آپ تعظیم کیلئے کھڑے نہ ہوتے گفتگو نہایت بے باکی کے ساتھ فرماتے جو باتیں قابل اعتراض ہوتیں انکو ناصحانہ انداز میں بیان فرماتے۔ خلیفہ نہایت ہی مؤدبانہ عرض کرتے کہ شیخ کا ارشاد بالکل درست ہے۔ ضرور تعمیل کروں گا۔

غرباء پر شفقت حضرت شیخ عبدالرحمٰن بن شعیب بیان فرماتے کہ حضرت غوث اعظمؒ نہایت درجہ منکسر المزاج، کریم النفس اور وسیع الاخلاق تھے آپ غرباء اور مساکین پر بہت زیادہ شفقت فرماتے اور اکثر یہ ارشاد فرمایا کرتے کہ امیروں کی تو سب عزت کرتے ہیں ان غریبوں سے بھی کوئی محبت کرتا ہے (اذکار الابرار)

بزرگوں اور اہل تقویٰ کا احترام آپ ضعیف العمر اور بزرگوں کا بے حد احترام فرماتے تھے مفلوک الحال صالحین کو گلے لگاتے۔ خلاف شرع لوگوں سے بیزاری ظاہر فرماتے اور ہمیشہ یوں ارشاد فرماتے کہ اللہ مال و دولت کو پیار نہیں کرتا بلکہ تقویٰ اور عمل صالح کو پسند فرماتا ہے۔ (اذکار الابرار)

سخاوت اور مریضوں کی عیادت شیخ ابوالمظفر بن تمیمؒ فرماتے ہیں کہ حضرت پیران پیرؒ نہایت سخی اور مسکین نواز تھے اکثر مساکین کے ساتھ بیٹھکر کھانا تناول فرماتے تھے۔ مریضوں کی عیادت کیلئے تشریف لیجاتے مجالس مبارک میں حاضر ہونے والوں میں سے اگر کوئی شخص کسی روز حاضر نہ ہوتا تو آپ ارشاد فرماتے فلاں شخص نظر نہیں آتا کیا وجہ ہے اسکی خیریت معلوم کی جائے (ترغیب الناظر)

طریق بیعت حضرت شیخ عبدالملک بن ابوالمعالیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت شیخ جب کسی شخص کو مرید فرماتے تو پہلے شریعت کے ضروری مسائل بتلاتے پھر طریقت کے حقایق کی تعلیم دیتے اور

اپنے سلسلہ عالیہ کا شجرہ اپنے دستخطوں سے مزین کر کے عطا فرمائیے۔

خانگی زندگی

آپ اپنے گھر کا سامان خریدنے کیلئے بنفس نفیس بازار تشریف لیجاتے۔ سفر میں تشریف لے جاتے تو منزل پر پہونچکر خود اپنے ہاتھوں سے آٹا گوندھتے۔ روٹیاں پکاتے اور اپنے رفقاء کو تقسیم فرماتے خدام ہر چند عرض کرتے کہ حضور یہ کام ہم کریں گے آپ تکلیف نہ فرمائیں لیکن آپ کمال شفقت سے ارشاد فرماتے نہیں یہ کام میں ہی کروں گا آپ لوگ تکلیف نہ کریں جو لوگ آپ سے ملنے کیلئے آتے آپ انکے ساتھ بڑی محبت سے پیش آتے اور منکسر المزاجی اور فروتنی کے ساتھ ملتے۔

جب آپ کی اہلیہ محترمہ علیل ہو جاتیں تو آپ گھر کا تمام کام خود انجام دیتے۔ گھر میں جھاڑو دیتے آٹا گوندھتے روٹیاں پکاتے اور بچوں کو کھلاتے اکثر ایسا بھی ہوا کہ پانی کا گھڑا دوش مبارک پر رکھکر کوئیں سے پانی بھر کر لائے ان خانگی مصروفیات کے باوجود عبادت کی کیفیت یہ تھی کہ ہر روز ایک ہزار نوافل پڑھتے۔ سورۂ مزمل۔ سورۂ اخلاص۔ سورۂ رحمٰن۔ تلاوت فرماتے اور نماز تہجد کے بعد اسماء الحسنیٰ ایک ہزار مرتبہ پڑھتے (ترغیب الناظر)

اخلاق وانکسار

شیخ الاجل حضرت ابوالمظفر منصور ابن مبارک رح فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے زمانہ میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کسی شخص کو عظیم الخلق، کریم النفس۔ انکسار پسند اور رحم دل نہیں دیکھا آپ سلام میں سبقت فرماتے فقراء و مساکین کو محبت کے ساتھ اپنے پاس بٹھاتے اور مسترشدین کو اسرار و نکات شریعت وحقیقت تعلیم فرماتے آپکی خدمت میں دور دراز سے فقہاء علماء اور محدثین و متکلمین انتفاع تحصیل علوم کے لئے حاضر ہوتے اور ظاہری و باطنی فیوض و برکات حاصل کر کے واپس ہوتے۔

غربا نوازی

ایک مرتبہ آپ حج کو تشریف لیگئے راستہ میں حلہ مقام پر قیام فرمایا اور ایک معتبر شخص سے دریافت کیا کہ اس مقام پر سب سے زیادہ غریب اور محتاج کون شخص ہے؟ اس نے عرض کیا کہ حضور اس مقام پر ایک ضعیف العمر شخص اسحاق سلمی بہت کثیر العیال، مفلوک الحال اور حد درجہ غریب ہے آپ اسکے مکان پر تشریف لے گئے آپ نے دیکھا مکان نہایت شکستہ ہے پردہ کی دیواروں کے بجائے پھٹے ہوئے بوسیدہ کمبل اور ٹاٹ کے ٹکڑے لٹکے ہوئے ہیں آپ نے اسحاق سلمی سے ایک شب قیام کی اجازت چاہی اس نے بخوشی اجازت دی جب آپنے قیام فرمایا تو تھوڑی ہی دیر میں تمام ساکنان حلہ کو آپ کی تشریف آوری اور اسحاق سلمی کے یہاں قیام کی کیفیت معلوم ہوئی۔ رؤسائے حلہ دوڑے ہوئے آئے۔ اور

درخواست کی کہ حضور ہمارے غریب خانہ پر قیام فرمائیے آپنے فرمایا کہ میں اسی جگہ قیام کروں گا یہ قیام گاہ مجھے بہت پسند ہے جب لوگوں نے دیکھا کہ حضور یہیں قیام فرمائیں گے تو فورا بہت سا سامان خورونوش اور نقد وزر حضور کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا یہ سب سامان اور روپیہ صاحب خانہ کو دیدو۔ دوسرے روز نماز فجر کے بعد آپ بیت اللہ کو روانہ ہوئے۔ دوسرے سال جب آپ اُس مقام سے گذرے تو اسحاق سلمی کو نہایت آسودہ حال دیکھکر بہت خوش ہوئے اس نے دست بستہ عرض کیا کہ حضور یہ آسودہ حالی صرف اس شب کی برکت ہی جسمیں حضور نے میرے غریب خانہ پر قیام فرمایا تھا۔ آپنے فرمایا اے سلمی! واشکر واللہ واشکر واللہ (اے سلمی اللہ کا شکرادا کرو اللہ کا شکرادا کرو) اذکار الابرار

لطائف عجیبہ شیخ ابوالقاسم بن مسعودؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جامع بغداد میں ایک مالدار تاجر نے حضرت غوث اعظمؓ سے سوال کیا کہ زکوٰۃ کے علاوہ کچھ روپیہ فی سبیل اللہ تقسیم کرنا چاہتا لیکن مستحق وغیر مستحق کا معلوم کرنا نہایت دشوار امر ہے آپ فرماتے کہ کن لوگوں کو دوں؟ حضور نے فرمایا" ایسے شخص جو تیرے نزدیک مستحق ہیں انکو بھی دیجئے اور جو مستحق نہیں انکو بھی دیجئے سب کو دیجئے تاکہ اللہ تعالیٰ تجھکو وہ نعمتیں عطا فرمائیں جن کا تو مستحق ہی اور وہ نعمتیں بھی عطا فرمائیں جنکا تو مستحق نہیں ہے (لطائف قادریہ)

اوصاف عالیہ حضرت شیخ الامام ابوعبداللہ بغدادی امیر الشریعت عراقؒ فرماتے ہیں۔

کان سیدی محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقیق القلب شدید الخشیۃ مجاب الدعوات کریم الاخلاق ابعد الناس عن الفحش اقرب الناس الی الحق شدید الباس اذا انتھکت محارم اللہ تعالیٰ لا یغضب لنفسہ ولا یتغیر لغیر ربہ لا یرد سائلا ولو باخذ ثوبیہ کان العلم مھذبہ والقرب مودبہ والانس ندیمہ والصدق رائتہ والفتح بضاعتہ والحلم صناعتہ والذکر وزیرہ والمسکاشفۃ	میرے آقا محی الدین عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت نرم دل تھے آپ کو خوف الٰہی بہت یادہ تھا آپ مستجاب الدعوات تھے۔ کریم الاخلاق تھے کبھی زبان مبارک پر فحش بات نہ آتی تھی۔ اللہ کی طرف بہت ہی قریب تھے مخالف شرع پر سختی فرماتے تھے اپنے نفس کیواسطے کبھی غصہ نہ فرماتے کبھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ کرتے اگرچہ آپکے پاس دو ہی کپڑے ہوتے علم آپکا مہذب اور قرب ادب آموز تھا۔ اُنس آپکا ندیم، صدق آپکا نشان فتح آپکا سرمایہ، حلم آپکا شیوہ ذکر آپ کا ہمنشیں، مکاشفہ

غذاءہ والمشاہدۃ شفاءہ وآدابہ الشریعۃ — آپ کا مصاحب، مشاہدہ آپ کا شفاء، آداب

ظاہرہ واوصاف — شریعت آپ کا ظاہر اور اوصاف حقیقت

حقیقۃ سرہ — آپ کے اسرار تھے (ترغیب الناظر)

نسب نامہ مبارک

سیدنا محی الدین ابو محمد عبدالقادر جیلانیؒ بن سید ابو صالح موسیٰ بن سید ابن عبداللہؒ بن سید یحییٰ الزاہدؒ بن سید داؤدؒ بن سید موسیٰ ثانیؒ بن سید عبداللہ ثانیؒ بن سید موسیٰ الجونؒ بن سید عبداللہ المحضؒ بن سید حسن المثنیٰؒ بن سیدنا امیر المومنین امام حسنؓ بن سیدنا امیر المومنین حضرت علی . . . . کرم اللہ وجہہ

مادری نسب نامہ

جنابہ ام الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا بنت ابو عبداللہ صومعیؒ بن ابو جمالؒ بن سید محمد بن سید ابو طاہرؒ بن سید عبداللہ بن سید ابو کمال۔ بن سید موسیٰ بن سید ابو علاؤالدین بن سید محمد بن سید امام علی عریضؒ بن سیدنا امام جعفر صادقؓ بن سیدنا امام باقرؓ بن سیدنا امام زین العابدینؓ بن سیدنا امام حسینؓ بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضور کے شیوخ طریقت

سیدنا محی الدین عبدالقادر جیلانی حضرت ابو سعید ابن المبارک المخزومیؒ حضرت ابی الحسن الہنکاریؒ حضرت ابو الفرج الطرسوسیؒ حضرت عبدالرحمن التمیمیؒ حضرت ابو القاسم الجنیدیؒ حضرت سری السقطیؒ حضرت معروف الکرخیؒ حضرت داؤد الطائیؒ حضرت حبیب العجمیؒ شیخ حضرت حسن بصریؒ حضرت امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ۔

حضور کی اولاد

حضرت غوث الاعظمؓ کے گیارہ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں جنکے اسماء گرامی کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) حضرت سید عبدالرزاقؒ (۲) حضرت سید عبدالعزیزؒ (۳) حضرت سید عبدالوہابؒ (۴) حضرت سید عبدالجبارؒ (۵) حضرت سید عبدالغفارؒ (۶) (۷) حضرت سید عبدالغنیؒ

(۸) حضرت سید محمدؒ (۹) حضرت سید شمس الدینؒ (۱۰) حضرت سید ابراہیمؒ (۱۱) حضرت سید یحییٰ

صاحبزادی کا نام سیدہ فاطمہ تھا

۵۰ معتبر کتب تواریخ سے حضرت پیران پیرؒ کا حسنی حسینی سید ہونا ثابت ہے جو لوگ اس سے انکار کرتے ہیں وہ سراسر غلطی پر ہیں (مناقب غوثیہ صفحہ ۲۰۶)

تعلیم الشریعت

طریقہ تعلیم شریعت قال سیدنا
غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اجعل
الکتاب والسنۃ امامک وانظر فیہما
واعمل بہما ولا تغتر بالقیل والقال
والھوس، قال اللہ تعالیٰ "ما اتاکم
الرسول فخذوہ وما نھاکم عنہ فانتھوا
واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب"
ولا تخالفوا فتترکوا العمل بما جاء بہ
وتخترعوا لانفسکم عملاً وعبادۃ کما قال
اللہ عزوجل فی قوم ضلوا عن سواء
السبیل ورھبانیۃ ن ابتدعوھا
ما کتبنا علیہم ثم انہ قد زکّی ھو عزّ
وجل نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم و
دنزھہ من الباطل والزور فقال وما
ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی
ای ما اتاکم بہ من عندہ لا عن ھواہ
ونفسہ فاتبعوہ ثم قال ان کنتم تحبون
اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" نبیّن
ان طریق المحبۃ اتباعہ صلی اللہ علیہ
وسلم قولاً وعملاً (فتوح الغیب)

تعلیم المعارف قال سیدنا غوث
الاعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ اذا سألت فاسئل اللہ

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ کتاب
اللہ (قرآن مجید) اور سنت رسول (احادیث نبویہ کو) اپنا
رہنما بناؤ اور انہی میں غور و فکر کیا کرو اور انہی پر عمل کیا کرو اور
ادھر ادھر قیل اور بیہودہ ہوسوں سے فریب کھایا کرو
خدائے تعالیٰ فرماتا ہے جو کچھ تم کو رسول (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
دیں وہ لیلو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے پرہیز کرو
اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ (نافرمانوں کو)
سخت سزائیں دینے والا ہے اسکے احکام کی مخالفت نہ کرو
ایسا نہ کرو کہ جو احکام اللہ کے رسول لائے ہیں انپر عمل کرنا
چھوڑ دو اور اپنی منشا کے مطابق دین میں نئی نئی باتیں ایجاد
کرنے لگو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہ قوم کے حق میں فرمایا
ہے کہ انہوں نے رہبانیت کی بدعت نکالی جو ہم نے انکے لئے لازم
نہ کی تھی پھر خدائے تعالیٰ نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو
باطل اور جھوٹ سے مبرا اور پاک بتلایا اور فرمایا کہ وہ اپنی ذاتی
خواہش سے کچھ بھی ارشاد نہیں فرماتے آپ تو صرف وہی فرماتے
جسکی اللہ کی طرف سے وحی کی جاتی ہے سو آپکے احکام کی پیروی
کرو پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نبی آپ کہدیں اگر تم لوگ
اللہ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرا کہا مانو خدا تم سے محبت
کریگا پس واضح کر کے بتلا دیا کہ محبت کا صرف یہی (ایک)
طریقہ ہے کہ ہر قول اور فعل میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کیجائے
سیدنا غوث اعظم نے ارشاد فرمایا کہ اے سائل جب تجھے
سوال کرنیکی ضرورت ہو تو صرف اللہ ہی سے سوال کر
اور جب مدد مانگنی ہو تو اللہ ہی سے مدد طلب کر

واذا استعنت فاستعن بالله ولوجهد العباد
ان ينفعوك بشئ لم يقضه الله لك
لم يقدروا عليه ولوجهد العباد ان
يضروك بشئ لم يقضه الله عليك
لم يقدروا فاستحضر فی نفسك ثلثة
اصول۔ الاول ان لا نفع ولا ضرر الا
منه تعالیٰ وان ما قدر لك رزقا ونفعا
وشدة وضررا فی الازل واصل اليك
لامحالة والثانی انك عبد موقوف و
ان مولاك ومالكك له التصرف فيك
كيف شاء وانه يقبح عليك ان تكره
مايفعله بك مولاك الذی هو اشفق
عليك وارحم بك من نفسك ووالدك
وانه احكم الحاكمين فی فعله وانه لم يرد
وبذلك الواصل اليك من الضرر
الا اصلاحك ونفعك۔ الثالث ان الدنيا
زائلة فانية والاخرة اتية باقية
وانك فی الدنيا مسافر ولابد ان
ينقضی سفرك وان تصل الی دارك فاحتمل
شقاء السفر واجتهد فی عمارة دارك
واصلاحها وتزيينها فی هذا الامد
القليل التمتع بها دهرا مريد البلا
نصب (شرح النقاية)

تعليم الطريقت قال سيدنا غوث الاعظم
رضی الله تعالیٰ عنه ينبغی لطالب الحق سيما

اگر تمام بندے کوشش کریں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے تیرے
لئے مقرر نہیں فرمائی اس سے تجھکو نفع پہونچائیں تو
اسپر قادر نہ ہوسکیں گے اور تمام بندے کوشش کریں
کہ تجھے نقصان پہونچائیں کسی چیز کیساتھ جو اللہ تعالیٰ
نے مقرر نہیں فرمائی تو تجھکو کوئی ضرر نہیں پہونچا سکتے
پس تو اپنے دل میں تین باتوں کو ہمیشہ محفوظ رکھ۔
اول یہ کہ نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس نے
روز ازل میں جو کچھ مقدر کر دیا ہے خواہ وہ رزق و نفع ہو یا سختی
و نقصان ہو ضرور تجھکو پہونچکر رہیگا۔ دوم یہ کہ تو ایک محکوم بندہ
ہے اور تجھپر تیرے مولیٰ اور مالک کو تصرف حاصل ہے وہ جس
طرح چاہتا ہے تیری حالت بناتا ہے اور اسکو تجھسے یہ بات بری
معلوم ہوتی ہے کہ تیرا مالک حقیقی تیرے ساتھ جو کچھ کرے تو اسے
ناپسند کرے حالانکہ وہ تجھسے اور تیرے باپ سے زیادہ تجھپر مہربان
ہے اور وہ اپنے کام میں احکم الحاکمین ہے اور تجھکو جو کچھ ضرر یا تکلیف
پہونچا ہے اس سے بجز تیری اصلاح اور نفع کے اور کچھ مقصود نہیں ہے
سوم یہ کہ دنیا زائل اور فنا ہونیوالی چیز ہے اور آخرت آنیوالی
اور باقی رہنیوالی چیز ہے اور تو دنیا میں مسافر ہے اور آخرکار
تیرا سفر ختم ہوجائیگا اور تو اپنے اصلی مکان پر پہونچ جائیگا
پس تو سفر کی تکلیفوں کو برداشت کر اور اپنے گھر کو آباد اور
اسکی اصلاح اور آراستگی کیلئے کوشش کر تو یہ کام تھوڑی
مدت میں (یعنی زندگی میں) کرلے تاکہ ہمیشہ ہمیشہ فائدہ اٹھائے

سیدنا غوث اعظم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے طالب کو چاہئے
کہ بعد ادائے فرائض کے تقرب الی اللہ کی جستجو اپنے اوپر
لازم کرلے ان اذکار و اشغال کے ذریعہ جنکی طاقت رکھتا
ہو۔

ان یسئل بعد ما افترض علیہ طریق التقرب بالالتزام ما یطیقہ من بطیقہ من عن وتہ بالاقوال لا افعال لخالص العبودیۃ فانھا تنتج المحبۃ الالھیۃ المنتجۃ کما قال صلی اللہ علیہ وسلم فیما یرویہ عن ربہ تبارک تعالیٰ وما تقرب الی عبدی بشئ احب الیّ مما افترضت علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ الذی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وفؤادہ الذی یعقل بہ ولسانہ الذی یتکلم بہ ولئن سالنی لاعطینہ ولان استعاذنی لاعیذنہ فمن اراد العمل علی ذالک فعلیہ بالذکر بالغدو والآصال وان لا یکون من الغافلین فیما بین ذالک عنہ تقلباتہ فی الاشغال وافضل الذکر لا الٰہ الا اللہ فان کان متجردا عن الاسباب یذکر لا الٰہ الا اللہ۔

وان کان من اھل الاسباب فیجعل منہ وردا بحسب الفراغ ومن الوسط ان یقول لا الٰہ الا اللہ الفا بعد کل من الفجر والعشاء والتہجد وعند العذر یاخذ بالمیسر والاستغفار مائۃ بعد کل من الاوقات الثلاثۃ ویعمل بمضمون

خالص عبودیت کیساتھ کہ اسکا نتیجہ خالص محبت الٰہی ہوگا اور محبت الٰہی نتیجہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب فرائض کے علاوہ نفل عبادات کی ذریعہ بندہ میری قربت چاہتا ہے تو میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں میں اسکی کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اسکی آنکھ بنجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اسکے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اسکے پاؤں ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اس کا دل ہوجاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اور اسکی زبان ہوجاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے یعنی ہر کام میں اسکا ہر حال میں معاون مددگار رہتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں پس جو شخص اس پر عمل کرنا چاہے وہ صبح وشام ذکر کیا کرے اور اپنے کاروبار میں مشغول رہکر غافلین میں شامل ہو اور تمام اذکار میں افضل لا الٰہ الا اللہ کا ذکر ہے اگر کاروبار دنیا سے فارغ ہے تو ذکر ہی میں مصروف رہا کرے اور دنیا کے کاروبار میں مصروف ہے تو اپنی فرصت کے مطابق اشغال واذکار مقرر کرے اوسط درجہ یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ ایک ہزار بار فجر عشاء اور نماز تہجد کے بعد ورد کرے اور عذر کیوقت جسقدر ممکن ہو ایک سو مرتبہ استغفار استغفر اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الحی القیوم واتوب الیہ تینوں

حدیث استغفر للمومنین والمومنات کل یوم سبعا وعشرین کان من الذین یستجاب لهم ویرزق بهم اهل الارض ویکون ذلک بعد الصبح وعند الا سطاعته یزید علی ما ذکر قرأة سورة الاخلاص الف مرة والصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم الف مرة ویقول الف مرة لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد۔

نماز کو (فجر، عشاء، تہجد) کے بعد پڑھا کرے اور اس حدیث پر عمل کرے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص استغفار چاہے مومنات اور مومنین کیلئے ہر روز ستائیس مرتبہ وہ ان لوگوں میں سے ہو گا جنکی دعا قبول ہوتی ہے اور جنکے سبب اہل زمین روزی پاتے ہیں اور یہ بعد نماز فجر کے زیادہ مناسب ہے اور اگر مقدور ہو تو ایک ہزار مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ لیا کرے اور ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرے اور ایک ہزار مرتبہ یہ پڑھا کرے لا اله الا الله وحده لا شریک له له الملک وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر

تعلیم التصوف

قال سید غوث الاعظم رض الی التصوف الصدق مع الحق وحسن الخلق مع الخلق والصدفی عن کان صافیا من آفات النفس خالیا من موتمها سالکا لحمید من اهیها ملازما للحقایق غیر ساکن بقلبه الی احد من الخلایق (غنیة الطالبین)

سیدنا غوث اعظم رض نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کیساتھ صدق اختیار کرنے کو تصوف کہتے ہیں اور صوفی وہ ہے جو نفس کی آفتوں اور برائیوں سے پاک صاف ہو اچھا راستہ اختیار کرے مولا سے اور حقایق سے تعلق پیدا کرے مولا اور مخلوقات میں سے کسی کیساتھ اسکے قلب کو حقیقی آرام وسکون حاصل نہ ہو۔

(باقی آئندہ)

ضروری التماس

بہی خواہان دار العلوم اور ماہنامہ "دار العلوم" کے خریداران ومعاونین کرام سے استدعا ہے کہ رسالہ کے جدید خریداران کی توسیع کیلئے امکانی جد وجہد فرما کر عند اللہ ماجور ہوں رسالہ اسوقت خسارہ میں ہے جسکو رفع کرنے کیلئے بہی خواہان دار العلوم کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ بحمد اللہ رسالہ کے وقت پر شائع ہونے کا انتظام ہو گیا ہے۔ رسالہ کا معیار بھی حیثیت سے بلند کئے جانے کی تجویز زیر غور ہے اگر معاونین کرام نے خصوصی توجہ مبذول فرما کر دو صد جدید خریداران فراہم کر دیئے تو امید ہے کہ ہم کو رسالہ کا معیار بلند کرنے میں خاطر خواہ کامیابی ہو سکے گی۔

احقر مدیر ماہنامہ دار العلوم

زرین نصائح حضرت امام غزالیؒ

(از قاضی خلیق احمد صدیقی)

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ شیطان انسان کا قدیمی دشمن ہے انسان کو چاہیئے کہ ہمیشہ اسکو اپنا دشمن سمجھے اور اس کو دشمن سمجھنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی معاملہ میں بھی اسکی تابعداری نہ کی جائے۔ ہر حال اور ہر عمل میں اسکی فریب کاریوں سے پرہیز کیا جائے اور ہر ممکن طریقہ سے ریاکاری اور شہرت سے اجتناب کیا جائے۔

سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز ہمارے سامنے ایک خط مستقیم کھینچا اور ارشاد فرمایا کہ یہ خدا کا (مثالی صورت میں مقرر فرمودہ سیدھا) راستہ ہے پھر اس خط کے داہنی اور بائیں جانب بہت سی خطوط کھینچے اور ارشاد فرمایا کہ یہ تمام (بطور تمثیل) شیطان کے راستے ہر ایک راستہ کی طرف شیطان تمکو بلاتا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں کہ دل بمنزلہ ایک قلعہ کے ہے اور شیطان اوسپر قبضہ کرنا چاہتا ہے اور اس قلعہ کی حفاظت اُسی وقت تک ہو سکتی ہے جب تک شیطان کے لئے اس میں داخل ہونیکے دروازے بند ہیں وہ دروازے جن سے شیطان قلب انسانی پر حملہ آور ہوتا ہے وہ انسان کے افعال ذمیمہ اور اخلاق سیئہ ہیں لہذا ان دروازوں سے کماحقہ واقف ہونا اور انکی حفاظت کرنا انسان کا بمقتضائے انسانیت ایک غیر معمولی فرض ہے کیونکہ جب انسان ان دروازوں سے واقف ہی نہ ہوگا تو وہ انکی حفاظت کیونکر کرسکے گا! اور وساوس شیطانی سے بچنا اسکے لئے کس طرح ممکن ہوگا وہ دروازے جن سے شیطان داخل ہو کر قلب انسانی پر حملہ آور ہوتا ہے

دس ہیں

پہلا دروازہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ پہلا دروازہ انسان کا غصہ اور شہوت ہے جب انسان کی عقل کمزور ہوتی ہے تو پھر اسپر غصہ اور شہوت غالب آجاتی ہے

میرا سیدھا راستہ یہی ہے اسی کو اختیار کرو اور دوسرے راستوں کو اختیار نہ کرو ورنہ سیدھے راستہ سے بھٹک جاؤگے۔

اور وہ ان دونوں سے مغلوب ہو جاتا ہے جب انسان غصہ سے مغلوب ہو جاتا ہے تو شیطان اس سے اس طرح کھیلتا ہے جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

ایک اللہ والے نے ایک مرتبہ شیطان سے دریافت کیا کہ اے ابلیس! تو انسان پر کیونکر غالب آتا ہے اُس نے جواب دیا کہ میں غصے اور شہوت کیوقت نہایت آسانی کیساتھ اسپر غالب آجاتا ہوں اور جس طرح اسکو نچاتا ہوں وہ ناچنے لگتا ہے۔

دوسرا دروازہ

حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ دوسرا دروازہ انسان کا حسد و حرص ہے اسلئے کہ جب انسان حاسد و حریص ہو جاتا ہے تو یہ دونوں خصائل بد اسکو اندھا اور بہرہ بنا دیتی ہیں اس وقت وہ بھلائی برائی کے دیکھنے سے قاصر ہو جاتا ہے اور کسی ناصح کی نصیحت قبول نہیں کرتا اور مکمل طور سے شیطانی جال میں پھنس جاتا ہے۔

سیر کی ایک روایت ہے کہ سیدنا حضرت نوح علیہ وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام جب طوفان سے بچنے کیلئے معہ اپنے متبعین کے کشتی میں سوار ہوئے تو آپ کو کشتی میں ایک نہایت ضعیف بوڑھا شخص نظر آیا جسے آپ مطلق نہ پہچانتے تھے۔ دریافت فرمایا کہ اے ضعیف شخص تو کون ہے؟ اور میری اجازت حاصل کئے بغیر کشتی میں کیوں سوار ہوا؟ اس نے کہا کہ میں ابلیس ہوں اور جناب کے دوستوں اور متبعین کو بہکانے اور پھسلانے کیلئے کشتی میں سوار ہوا ہوں

حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ملعون تیرا میری کشتی میں کیا کام جلد میری کشتی سے باہر نکل۔ اُس نے کہا کہ اے نبی اللہ میں آپ کو ایک مفید اور کارآمد بات بتاتا ہوں آپ مجھے کشتی سے نہ نکالیں آپنے فرمایا وہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ میں صرف حسد و حرص کیوجہ سے ملعون ہوا ہوں اگر میں حضرت آدم علیہ السلام کے منصب خلافت سے حسد نہ کرتا اور حرص و آز کے دام میں گرفتار نہ ہوتا تو ہرگز ملعون نہ ہوتا جہانتک ممکن ہو آپ اپنی متبعین کو حرص و حسد سے پرہیز کرنیکی تعلیم دینا۔

تیسرا دروازہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ تیسرا دروازہ انسان کا شکم سیر ہو کر کھانا ہے اگرچہ وہ حلال ہی ذریعہ سے کیوں نہ ہو اسلئے کہ کثرت طعام سے شہوت نفسانیہ قوی ہوتی ہے اور شہوت نفسانیہ کے قوی ہونیسے شیطان کو انسان پر قابو پانے کا موقع حاصل ہوتا ہے بعض روایات میں ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ شیطان کو دیکھا کہ انواع و اقسام کے جال اور پھندے لئے ہوئے جا رہا ہے دریافت فرمایا

اے ابلیس لعین کہ یہ جال اور پھندے کس لئے ہیں؟ شیطان نے جواب دیا کہ یہ خواہشات نفسانی اور شہوات انسانی کے پھندے ہیں جن کے ذریعہ اولاد آدم کا شکار کرتا ہوں آپنے دریافت فرمایا کہ اس میں میرا بھی کوئی پھندا ہی؟ کہا ہاں موجود ہی ایک شب آپنے خوب شکم سیر کھانا کھایا تھا جسکی وجہ سے اس شب کو آپ کی نماز میں وہ شان خشوع وخضوع کما حقہ باقی نہ رہی جو ایک نبی معصوم کی نماز ہونی چاہیئے اور آپ کی نماز میں صرف اتنا ہی سا خلل پیدا ہو جانا میری کامیابی کیلئے کافی ہے۔ یہ سنکر حضرت یحییٰ علیہ السلام متنبہ ہوئے اور قسم کھائی کہ میں آج سے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے کہا مجھے بھی قسم ہے کہ میں اب کبھی بھولے سے بھی کسی مومن کی خیر خواہی میں کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالوں گا اور نہ کبھی کسی کو کوئی نصیحت آمیز بات کہوں گا۔

چوتھا دروازہ

حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ چوتھا دروازہ جس سے شیطان داخل ہو کر قلب انسانی پر حملہ آور ہوتا ہے "مال واسباب، لباس و مکان، کے آراستہ ومزین کرنیکی محبت ہے" اسلئے کہ شیطان جب قلب انسانی میں اس خواہش کو محسوس کرتا ہی تو وہ طرح طرح کے حیلے اور کائد کے ذریعہ اس کے بڑھانیکی فکر میں مصروف ہو جاتا ہی تا آنکہ انسان یاد الٰہی سے غافل ہو کر لباس ومکان کی ظاہری زیب وزینت میں مبتلا ہو جاتا ہی یہانتک کہ موت سر پہ آموجود ہوتی ہے اور ایسی حالت میں دنیا سے رحلت کر جاتا ہے ایک حدیث میں وارد ہے کہ جب کوئی انسان عمارت میں آراستگی اور اسکی غیر ضروری بلند تعمیر میں مصروف ہوتا ہی تو فرشتے اسکی اس حالت کو دیکھکر کہا کرتے ہیں الی این یاملعون الی این یاملعون یعنی اے گرفتار لعنت انسان آخر یہ سلسلہ کب تک جاری رہے گا۔

پانچواں دروازہ

حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ پانچواں دروازہ جس سے داخل ہو کر شیطان قلب انسانی پر قابو حاصل کرتا ہے "وہ لوگوں سے توقع امید رکھنا اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے ناامید ہونا ہے" جسکو حضرت صفوان ابن سلیمؓ نے بیان فرمایا کہ شیطان لعین ایک روز حضرت عبداللہ ابن حنظلہ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابن حنظلہ! میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں اسے ہمیشہ یاد رکھنا اور کبھی فراموش نہ کرنا۔ حضرت ابن حنظلہ نے فرمایا کہ اے لعین میں تیری بات سننے کیلئے بالکل تیار نہیں تو اولاد آدم کا کھلا ہوا دشمن ہی شیطان نے کہا جو کچھ میں کہوں اُسے آپ سُن لیں اگر کام کی بات ہو تو قبول فرمائیں ورنہ رد فرمادیں۔ وہ بات یہ ہے

کہ خدا سے کبھی نا امید مت ہونا اور خدا کے سوا کسی سے سوال نہ کرنا، جب کوئی انسان ایسا کرتا ہے تو پھر میں اس پر قابض ہو جاتا ہوں۔

چھٹا دروازہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نقصان اور خسارہ کا چھٹا دروازہ "ہر کام جلد بازی اور بلا سوچے سمجھے کام کو انجام دینا ہے" جسکی نسبت حدیث میں وارد ہے التعجیل من الشیطان والتانی من الرحمان۔ جلدی کا کام شیطان کا ہے اور آہستگی سے کام کرنا من جانب رحمان ہے بعض روایات میں وارد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو شیطان کی تمام ذریات نے شیطان کے پاس آکر کہا کہ آج . . . تمام دنیا کے بت سرنگوں ہو گئے اور زمین پر گر پڑے ہم اس واقعہ کو دیکھکر حیران ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ دنیا میں ایسا کیا نیا واقعہ پیش آیا ہے جسکی وجہ سے روئے زمین کے بت اوندھے ہو گئے۔ شیطان نے کہا کہ ابھی تفتیش کرتا ہوں کہ کیا واقعہ ہے اس نے اسی وقت دنیا کے مختلف حصوں میں پرواز کی اور واپس آکر بیان کیا کہ آج کی شب بیت المقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے ہیں جو ایک اولوالعزم نبی ہیں انھی کی پیدائش کے باعث یہ غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے اب تمکو معلوم ہونا چاہیئے کہ بت پرستی کا بازار سرد ہو جائیگا اور تم لوگوں کو بت پرستی کی طرف مائل کرنے میں بہت کم کامیاب ہو سکو گے اب میں تمکو اولاد آدم کو گمراہ کرنے کا ایک نیا نسخہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ انکو ہر کام میں جلد بازی اور ناعاقبت اندیشی کی طرف مائل کرو تاکہ تم انھیں گمراہ کرنے میں کامیاب ہو سکو اللھم احفظنا من التعجیل

ساتواں دروازہ

حضرت امام غزالیؒ نے فرمایا کہ گمراہی کے گہری گڑھے میں منھ کے بل گرنے کا ساتواں دروازہ درہم و دینار کی محبت ہے جب مال و دولت کی بہتات ہوتی ہے اور اسکی محبت دل میں گھر کر جاتی تو انسان یاد الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے حضرت ثابت ابن بنانی سے روایت ہے کہ جب حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم عالم دنیا میں رونق افروز ہوئے تو شیطان نے اپنی ذریات سے کہا کہ میں دنیا میں ایک غیر معمولی تغیر محسوس کر رہا ہوں ضرور کوئی نیا حادثہ پیش آیا ہے دیکھو اور جستجو کرو کیا بات ہے۔ شیاطین چار دانگ عالم میں گھومے پھرے مگر کچھ معلوم نہ کر سکے بالآخر شیطان لعین نے خود دنیا کا گشت لگایا اور واپس آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے انھی کی وجہ سے دنیا میں یہ انقلابی کیفیت رونما ہے اب تم اپنی پوری طاغوتی قوتوں کیساتھ اصحاب نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو بہکانے اور پھسلانے کی کوشش کرو چنانچہ شیاطین نے اصحاب رسول اللہ کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں اپنی قوت صرف کی۔ مگر جب یہ بھی

نہوئی تو واپس آکر شیطان سے کہا ان فرشتہ صفت انسانوں پر قابو پانا بظاہر ناممکن ہے انکی تو یہ کیفیت ہے کہ انسے اگر کوئی گناہ صغیرہ بھی سرزد ہوتا ہے تو فوراً نماز و استغفار میں مصروف ہو جاتی ہیں گناہ محو ہو جاتا ہے اور پہلے سے زیادہ بلند مراتب پر فائز ہو جاتے ہیں۔ ابلیس نے کہا اچھا ابھی کچھ عرصہ انتظار کرو جب یہ ابتدائی دور ختم ہو جائیگا اور اصحاب رسول اللہ کی نسلیں دنیا کی فاتح بنکر دولت و ثروت کی مالک بنجائیں گیں اسوقت تم بآسانی ان کو اپنے دام کید میں پھانسنے میں کامیاب ہو سکو گے چونکہ موجودہ اصحاب کے دلوں میں مال و دولت کی محبت نہیں اسلیئے انپر قابو حاصل کرنا ناممکن ہے آئندہ نسلیں مال و دولت کی محبت میں مبتلا ہو کر تمہارے دام فریب میں آجائیں گی

آٹھواں دروازہ

حضرت امام غزالیؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ آٹھواں دروازہ جس سے شیطان کی رسائی قلب انسانی تک ہوتی ہے وہ "انسان کا بخل اور افلاس کا خوف ہے" یہ خصلت بیحد مذموم ہے جب بخل انسان کی طبیعت ثانیہ بنجاتا ہے وہ سخاوت اور خیرات سے بخوف افلاس پرہیز کرتا ہے اور مال و دولت کی جمع کرنے کی فکر دامن گیر ہوتی ہے تو یاد الٰہی سے غافل ہو کر شیطان کے دام کید میں گرفتار ہو جاتا ہے۔

نواں دروازہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ نواں دروازہ "تعصب و کینہ ہے" جو عابد و بدکار دونوں کو قعر ہلاکت میں ڈالتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! ابلیس یوں کہتا ہے کہ میں نے امت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گناہوں کا نہایت مزین نقشہ پیش کیا مگر انہوں نے استغفار کرکے میری کمر توڑ ڈالی تب میں نے تعصب و کینہ کی مزین تصویر اُن کے سامنے پیش کی جس میں عابد و بدکار سب مبتلا ہو گئے اب وہ تعصب و کینہ میں مبتلا ہونیکے باوجود نہ توبہ کرتے ہیں نہ نادم ہیں انکی قوت احساس میں نے باطل کردی۔

دسواں دروازہ

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ دسواں دروازہ جس سے شیطان لعین کو قلب انسانی تک رسائی حاصل ہوتی ہے وہ "مسلمانوں کا آپس میں بدگمانی کرنا ہے" لہٰذا انسان جب تو کسی شخص کو دوسروں کی برائی بدگمانی کیوجہ سے کرتی ہوئی دیکھے تو سمجھ لے کہ یہ شخص خود بدباطن اور خبیث ہے جب انسان بدگوئی اور بدگمانی کے متعدی اور مہلک مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے تو شیطان اس پر پوری طرح قابو پالیتا ہے اور قعر ہلاکت و ضلالت میں ڈالکر تباہ کر دیتا ہے۔ (عزیز القلوب)

جوش اسلام

(از حضرت مولانا فتح اللہ صاحب آزاد عباسی مہرونڈوی فاضل دیوبند مدظلہ)

اے فروغِ اہلِ ملت اے ضیا پاشِ جہاں — کوندتی ہیں خرمنِ ہستی میں تیری بجلیاں
حسنِ فطرت کی بلندی ہے جوابِ آسماں — امن کی رہنمونیں آزادی کا سکہ ہے رواں

خوشنما درون کو ہے اکسیر خاکِ راہِ عشق
روح کی احساس میں پنہاں ہے تو بانگاہِ عشق

رازدارِ رنگ و بو سرمایۂ گلشن ہے تو — آتشِ گل کی بھڑک جس میں ہے وہ دامن ہے تو
پیکرِ اخلاق ہمدردی کا پیراہن ہے تو — درد کا لہجہ ہے تو نالہ ہے تو شیون ہے تو

شبنمِ برگِ چمن ہر اشک سے غم دیدہ ہے
تیرے نغمہ کی تڑپ سے سازِ دل گرویدہ ہے

دیکھ کر اغیار کا اقبال روتا ہے دیار — ہائے کس پردہ میں ہے اگلوں کی شوکت افکار
یوں خیابانِ عمل میں علم کی لوٹی بہار — بن گیا مغرب ترے نقشِ قدم سے تاجدار

عشق در جوش آورد مغزِ دلِ افسردہ را
شعلہ بخشد سید ہر نبضِ چراغِ مردہ را

چشمِ غرناطہ میں زریں تھا کبھی ایک ایک خواب — چودھویں کا چاند تھا بغداد کا حسنِ شباب
مصر کی تاریخ میں تو نے بڑھا کر چند باب — کر دیا تھا حکمتِ پنہاں کا جلوہ بے نقاب

درد کی تاثیر بربادی کے افسانوں میں ہے
شمع کی ہمت ابھی تک تیرے پروانوں میں ہے

اہلِ یورپ میں ہے چرچا مادی جذبات کا — تو نے پڑھائے سبق دنیا کی معلومات کا
مغربی سائنس ایک پتلا ہے تیرے ہاتھ کا — رنگ پیدا کر پرستش میں خدا کی ذات کا

اس طرح آبِ وضو میں ایک تلاطم ہو رواں
دیدۂ انجم بنے ہر قطرۂ گوہر فشاں

ان مصائب میں شریعت کی نہ ہو منزل کٹھن — وقت کہتا ہے کہ اس جادہ پہ ہو تو گامزن
طاقتِ اعمال سے ٹوٹے طلسمِ ما و من — بیخودی میں نعرۂ توحید ہو زیبِ دہن

یوں چراغ رہگذر کا نور ایمانوں میں ہو
ہر ترقی کی جھلک تسبیح کے دانوں میں ہو

صاف ہو دل مثل صدیق کا آئینہ ہو — صولت فاروق سی پرجوش تیرا سینہ ہو
نقد جاں میں جلوہ گر عثمان کا گنجینہ ہو — یا دغزوات علی سے ہمت دیرینہ ہو

زور بازو سے پلٹ جائے نظام زندگی
ہو جو کلمہ کے سہارے پر نظام زندگی

شارع مذہب کی ہر اک بات ہو پیش نظر — پھر تجھے واپس ملے سرمایہ علم و ہنر
سو چکا تو خواب کیسا باندھ ہمت پر کمر — عمر کا ہر لمحہ ہو کوشش کی وادی میں بسر

وہ نبی جو آئے تمہارے زمانے کے لئے
منتظر ہیں وہ تری رونق بڑھانے کے لئے

آسماں پر مطلع امید ہے جلوہ فروش — آج اک عالم ہے دین پاک کا حلقہ بگوش
پھر ترقی کیلئے آزادی دلیں ہے جوش — اک تلاطم ہے رواں سینہ میں کیونکر ہو خموش

کہہ رہی ہے بیقراری درد کی تدبیر ہو
ہمکنار نالۂ دل جذبۂ تاثیر ہو

تقریظ

ماہنامہ البیان "ختم نبوت" نمبر — قیمت ۸؍ — ملنے کا پتہ ۔ دفتر "البیان" امرتسر
مرتبہ علامہ محمد اقبال صاحب سلمانی

مسئلہ "ختم نبوت" پر علمی مضامین و مقالات کا ایک نادر و بے نظیر مجموعہ ہے۔ قادیانی عقائد کا رد نہایت مدلل اور واضح انداز میں کیا گیا ہے بخصوص حضرت علامہ سید رشید رضا مصری اور حضرت مولانا عبید اللہ صاحب اور حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی کے مضامین اس مسئلہ کے متعلق بار بار پڑھنے اور ذہن نشین کرنے کے قابل ہیں۔

حضرت مرتب رسالہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ ایک نہایت اہم وقتی ضرورت کا صحیح احساس فرماتے ہوئے "ختم نبوت" پر بہترین مضامین و علمی مقالات کا ایک مجموعہ شائع فرما کر امت مسلمہ پر احسان فرمایا ہے جزاہم اللہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین

احقر العباد [illegible]
[illegible]
[illegible] دار العلوم

جذبۂ اسلام

(از حضرت مولانا فتح اللہ صاحب آزاد عباسی بہروندوی فاضل دیوبند)

ایک عرصہ تک رہا فطرت کا جلوہ پردہ دار — طاقِ نسیاں بن گئے توحید کے نقش و نگار
کوئی ذرہ بھی نہ تھا خرمن میں گرمِ انقلاب — بسترِ غفلت پہ خوابیدہ تھی برقِ اضطراب
گم ہوئی تھی بزم میں آتش نوائی ساز کی — سرد تھی گرمی کباب شعلۂ آواز کی
ڈھونڈتی تھی ساغرِ رنگیں نگاہِ بیخودی — فرشِ رنگیں تھا بساطِ شاہراہِ بیخودی
تھا خمارِ نشۂ ماضی بہک اٹھتی تھی مست — انچہ جز و ہستیت ہیچ و انچہ حق باطل است
جسم عریاں گرد بادِ صحرائے خراش — تھی قبائے شاہدِ مشکل کی دنیا کو تلاش
حق یہ کہتا روح کو عبرت سے بھریں عقل و ہوش — گونج اٹھی اللہ اکبر کی صدا ہو زیبِ گوش

ہستی دیں را پیمبر بر سر کار آورد
بلبلاں را بلبل دیگر بگفتار آورد

انقلاب کیدہ تھی وہ صدائے آفریں — ہو گیا مینا میں دردِ تہ نشیں بالا نشیں
وہ چراغِ راہ جو اسلام سے موسوم تھا — جہل جس کی روشنی سے عرصہ معدوم تھا
وہ فضا جو سیرِ امکاں میں رہی موجِ غبار — گرمی قلبِ محمد سے ہوئی یوں شعلہ بار
زندگی کی روح پھونکی فطرتِ دیرینہ میں — نور کا عالم دکھایا جوہرِ آئینہ میں
بجلیاں تڑپیں کڑک پیدا ہوئی جذبات سے — جوش اٹھا بزمِ ربانی کے الہامات سے
ملگیا دنیا کی پیشانی سے داغِ معصیت — اک نفس سے ہو گیا ٹھنڈا چراغِ معصیت
دشمنوں کے جورِ بیجا پر نہ تھا رنج و محن — کامیابی کا سبب تھا آفریں کا یہ سخن

جلوۂ نازش رسائی داد بیدادِ مرا
کو تمکینش و بالا کرد فریادِ مرا

دیکھ محوِ خواب رفتہ کھول چشمِ پر خمار — خاک میں پنہاں ہے افسانہ ترازی کا وقار
پست ہیں اونچی بگولوں شعلہ سامانی نہیں — دور کو ہستی پہ آوقت خود خوانی نہیں
ملگیا اقبالِ کسریٰ دیکھ کر فتحِ عظیم — ذرہ افشاں میں کمند [illegible] وایا قدم
ہیں بیاباں آرائیاں شوکت دکھانے کیلئے — درسِ عبرت بن گیا ہے تو زمانے کیلئے

تیرے نالوں سے مکدر ہے گلستاں کی فضا — تجھکو یہ دھن ہے کہ پیغام سکوں لائے فضا
غفلتوں سے گوشہ گوشہ روح کا لبریز ہے — آہ یہ سازِ کہن کا نغمہ غم آمیز ہے

یادگار از ما درین عالمِ غم بسیار ماند
رفت اگر آتش نشاں دود بر دیوار ماند

ہاں نسیمِ خندۂ گل پھر بہارستاں دکھا — حال کی رونق سے ہم پہلو ہو ماضی کی ادا
باعثِ فرحت بنے وضعِ خیابانِ عمل — سیرِ باغ خود نمائی ہو گل افشانِ عمل
جلوۂ سیرِ چراغاں ہو ترقی کا جمال — یوں دلوں سے دور ہو رنگِ تنزل کا خیال
ہیں اسیرِ یاس ہم گذری ہیں چودہ سو برس — ہے انیسِ رہروانِ نالۂ کنجِ قفس
ہمت صبر آزما دل سے ہٹا دے خوف و بیم — شوخیِ پرواز سے مل جائے راہِ مستقیم
طاقتِ اظہارِ غم ضبطِ تپش پامال ہو — وادیِ نیرنگِ دل سرگرمِ استقبال ہو
سازِ نو آہنگ سے پلٹے زمانہ کی ہوا — خرمنِ امید کو برقِ فسوں گر سے بچا

حسرت اندوہ قربانی دل افزوں کند
زیور گوشِ زمانہ نالۂ موزوں کند

ہاں دکھا پھر مطلعِ مشرق میں بجلی کی چمک — گرمیوں سے دنگ ہو چشمِ تماشائے فلک
رنگِ بزمِ لن ترانی کو ہو کچھ ایسا حجاب — ذرۂ فاراں کے آگے طور ہو زیرِ نقاب
حیرت افزائے فراست نکتۂ تدبیر ہو — مرغِ ہوشِ اہلِ معنی دام سے تسخیر ہو
رنگ افروزِ رخِ اقبال ہو تیری نمود — بخت روشن گر سے وابستہ ہو دولت کا وجود
بیخودانِ عقل دورِ جام سے مدہوش ہو — ایک ہی جرعہ سے تو مین نشہ پرجوش ہوں
گرمِ بازارِ بقا ہو عالمِ امکاں کا نور — تیری آب و تاب سے پروانہ ہو شمعِ شعور
ہو شگوفہ زار سے برتر بساطِ زندگی — عیش و راحت کا ہو پیمانہ نشاطِ زندگی

خاک ایوان ترا برگ و بر پیدا کند
قطرۂ اشکِ چکیدہ گوہرے پیدا کند

اٹھ کہ ہے تیری خموشی نالۂ محشر نواز — لمحہ لمحہ خوابِ غفلت کا بنا خنجر گداز
گرچہ ہم شیرازۂ عالم پریشاں سے ابھی — تیری کوشش کیلئے زنجیرِ میداں ہے ابھی
تازہ دم ہو اپنی امیدوں کو خطرہ میں نہ ڈال — روح کو تو اضطرابِ غم کی الجھن سے نکال

کاش تجھکو ہاتھ پھر آجائے وحدت کا علم
جسکے آگے دشمنوں کی ہوں ارادے خم نہ خم

پھر وہی طاقت ہو پیدا بازوئے اسلام میں
کامیابی کی توقع ہو تجھے ہر کام میں

چلتی ہے روحانیت کے زور سے دنیا کی کل
سایۂ توحید میں آ۔ مادیت سے تو نکل

گر بما آبیار چشمہ زیبا است ایں
دین یا گلدستہ باغ جناں آراست ایں

ورزش (ریاضت)

(از مولوی سید محمد ظہیر صاحب استاد شعبۂ ورزش دار العلوم دیوبند)

انسان کو اپنی زندگی میں عمدتاً یا مجبوراً ایسے کام انجام دینے پڑتے ہیں جن کے کرنے میں طاقت و محنت معمول سے زیادہ صرف کرنی پڑتی ہے جس کی وجہ سے سانس پھول جانا اور پسینہ آکر جی گھبرانا اور بدن اکڑ کر شل ہو جانا عام نتیجہ ہے یا انسان کو کبھی قوی یا ثقیل غذا یا مقدار میں زیادہ غذا کھانے کا اتفاق ہو جاتا ہے تو معدہ اس کے ہضم سے انکار کر دیتا ہے یا غیر معمولی آب و ہوا سے دوچار ہونا پڑتا ہے تو جسم اور طبیعت برداشت نہیں کرتی یا مطالعہ کتب و دیگر مشاغل دماغی کے باعث دن رات کے اکثر حصوں میں سکون و سکوت کے ساتھ رہنا پڑتا ہے اس کا اثر دوران خون پر کافی ہوتا ہے بدن سست اور اعضاء ڈھیلے پڑ جاتے ہیں ہاضمہ وغیرہ کمزور ہو جاتا ہے، ایسی مشکلات پر قابو پانے کے لئے انسان نے طرح طرح کی تدبیروں سے کام لیا ہے۔ ان تدبیروں او طریقوں کو ورزش یا ریاضت کہتے ہیں۔ پس ورزش انسان کی صحت کو قایم رکھتی اور قوائے بدن انسان کو چست و چالاک بناتی ہے اور اکثر گئی ہوئی تندرستی کو واپس لاتی اور قویٰ میں برداشت و مدافعت کی اہلیت پیدا کرتی ہے۔ ورزش کے متعلق ذرا گہری نظر سے کام لیا جائے اسکو تمام اقوام عالم میں جاری پاؤ گے۔

خود ہمارے نبی اکرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی عرب قوم میں عام رواج تھا چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کشتی لڑی فداہ ابی وامی۔ جیسا کہ رکانہ رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے ظاہر ہے۔ نیزہ بازی و تیر اندازی و شمشیر زنی کے جوہر خود دکھائے اور اپنے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تربیت فرمائی۔ حتیٰ کہ ازواج مطہرات کو بھی سپاہیانہ کرتب پس پردہ دکھائے

اور قواعد کے ساتھ عام مجاہدین کی صف بندی فرمائی۔ اسلام میں جہاد فرض کیا گیا ہے۔ جو عبادت بھی ہے اور مستقل ورزش بلکہ ہر قسم کی ورزشوں کا مجموعہ ہے۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں اس تربیت نبوی کا ایسا چرچا ہوا کہ مجاہدین تمام دن جنگ کرنیکے بعد شب کی فرصت میں نیزہ بازی وغیرہ کی مشق کرتے تھے۔ اوائل اسلام میں قرآن کریم میں آیتہ نازل ہوئی کہ بیس مسلمان دو سو کفار پر غالب آئیں گے اور ایک سو آدمی ہزار پر۔ یہ جہاں حضرات صحابہ کی قوۃ ایمانی کا ثمرہ تھا وہیں قوت جسمانی کا اثر بھی تھا جو بغیر ورزش و ریاضت کے قایم نہیں رہ سکتی حتی کہ ان حضرات کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ دس آدمی دس ہزار فوج سے جنگ کر جاتے تھے۔ عامۃ المسلمین کا یہ قاعدہ ہو گیا تھا کہ سال چھ ماہ کیلئے ایک فرد جہاد کیلئے کمر باندھتا گویا ملت کا ہر فرد جہاد کے سلسلہ میں ورزش کی وجہ سے مقابلہ کیلئے ہر وقت تیار تھا جب تک ملت اسلامیہ میں جوہروں کے ساتھ عام طاقت ورزشی رہی دنیا پر حکومت کرتے رہے اور جب عیش میں پڑکر ایسے کام ترک کردیئے کمزور ہوتے چلے گئے۔ یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ اللہ پاک نے اپنے کلام مجید میں جگہ جگہ جہاد کا حکم ہی نہیں فرمایا بلکہ جہاد کرنے والوں کی زندگی کی تعریف فرمائی ہے اور جہاد اس قدر پیارا و محبوب ہے کہ مجاہدین کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی گرد کی قسم کھائی ہے اور اوس کی تیاری کا بالتفصیل تاکیدی حکم بھی دیا ہے اس لئے کہ جہاد کی تیاری میں ایسی ورزشوں کی ضرورت ہے دوسری قوموں کو دیکھئے خصوصاً برطانیہ جس سے ہم کو ہر وقت واسطہ پڑتا ہے اپنی قوم و حکومت کیلئے ورزش کو لازمی کر رکھا ہے خواہ اسکول و کالج ہوں یا پولیس و فوج ہو پولس خصوصاً فوج کو چھ ماہ تک قواعد سکھائی جاتی ہے اوس کے بعد نشانہ بازی وغیرہ کی تعلیم دیجاتی ہے یعنی چھ ماہ تک انگریزی طریقہ پیرونکی مشق کرا کر ہر قسم کی ورزش کیلئے صلاحیت و استعداد پیدا کی جاتی ہے یہی باعث معلوم ہوتا ہے کہ آج برطانیہ حکومت کر رہی ہے کیا اقوام یورپ کے جوہر اب سے پہلے مسلمانوں نے نہیں دیکھے۔

فرق اتنا ہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے ورزشوں کو ترک کر دیا ہے ورنہ ترک قوم بھی مسلمان ہے وہ آج تک اس لئے آزاد و خود مختار ہے کہ اون کے یہاں اس قسم کی ورزشیں عام ہیں قوم کا ہر فرد اس کا عادی و ماہر ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ ورزش سے طاقت حاصل ہوتی ہے اور طاقت سے حکومت۔ یہ چیز جدا ہے کہ حکومت اچھی ہے یا بری یہ تو حکومت کے عمال و افراد کے اخلاق پر منحصر ہے جو قاعدہ اور ضابطہ حکومت کا بناتے اور اسکو چلاتے ہیں۔

اب ہم اصل مضمون کی طرف آتے ہیں۔ ورزش سے بدن پسیجتا ہے جس سے فضلات دفع ہوتے ہیں اور خون کا سیلان بڑھ جاتا ہے اعصاب میں کھلنے اور سکڑنے کی قابلیت زیادہ ہو جاتی ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ محنت کے اعتبار سے پھاوڑا یا کدال سے زمین کھودنیوالا وزن اٹھانیوالا کلہاڑے اور آرے کو چلانے والا بھی ورزش کرتا ہے یہ وہ ورزش نہیں جسپر .... ہم بحث کرتے ہیں یہ محنت یا مشقت ہے جب تک ایسی کام کرنیوالونکو غذا ملتی رہتی ہے یا اون کی عمر میں انحطاط نہیں ہوتا اون کی ہمت جوان رہتی ہے اور جہاں ان دونوں میں سے کسی ایک میں فرق آیا یہ محنت یا مشقت نقصان دینے لگتی ہے۔ یہی باعث ہے کہ ایسے کام کرنے والے وقت سے پہلے بوڑھے یا کمزور ہو جاتے ہیں۔ ہماری مراد ورزش سے ایسے طریقہ پر ورزش کرنا ہے جس میں مقدار و وقت کی قید ہو اور اوس کے کرنے سے خون کا سیلان اور اعصاب کا تناؤ۔ سکڑاؤ کافی ہوتا ہو۔ ورزش کے قدیم وجدید بہت طریقے ہیں اون میں خالی ہاتھ یا کسی آلہ کے ساتھ ورزش کرنا اون کی دو قسمیں ہیں۔ سادہ یعنی عام دوسرے بنوٹ کے اصول پر چند ورزشوں کے نام یہ ہیں۔ ڈنڈ۔ بیٹھک۔ دوڑ۔ کود۔ تیراکی رسہ سواری۔ قواعد پریڈ۔ لزنت۔ چند مشہور آلات ورزش گتکہ۔ مونگری ہینڈ بل۔ دیوار کش۔ بندوق۔ بم۔ تیر کمان۔ نیزہ۔ بانک بچھوہ۔ گتکہ۔ فری بانا۔ رومال وغیرہ۔

لیکن انسانی جسم کی ساخت اور مختلف نوعیت کی ضرورتوں کے اعتبار سے چند قاعدے ایسے ہیں کہ اون کو امیر وغریب ہر موسم میں ہر جگہ برت سکتا ہے اور وقت کم خرچ ہوتا ہے اور نتیجہ کے اعتبار سے اکثر حوائج ورزشیہ کو پورا کرتے ہیں جیساکہ پہلے بیان کیا۔ ورزش کرنے کے دو اصول ہیں۔ ایک سادہ۔ دوسرا بنوٹ۔ ہم سادہ ورزش کے چار طریقوں کو بیان کرتے ہیں۔ ڈنڈ۔ بیٹھک۔ دوڑ۔ مونگری۔

ڈنڈ فرشی۔ لنگر۔ لنگوٹ۔ جانگیہ۔ جو میسر ہو باندھکر دو ڈھائی انچ اونچی اینٹ ہتے یا ہنڈ بل پر دونوں ہاتھ اس طرح رکھو کہ اوسط جسم والے کیلئے دونوں ہاتھوں کا فصل درمیانی دو بالشت ہو۔ پیر دنکو پیچھے کی طرف اس قدر رہو کہ جسم مثل کمان ہو جائے اور دونوں پیروں کا درمیانی فصل تین بالشت ہو۔ پیروں میں ڈھیلاپن نہ ہو۔ سرین کی بلندی اس حد تک کہ بیر دل کے نیچے قایم رہیں۔ اب سر اور سینہ کو ذرا پیچھے کی طرف لوچ دیکر تمام بدن اسی حالت میں جست رکھتے ہوئے سانس کو حسب منشا رد اگر بدن گداز کرنا ہے اندر لیکر اگر بدن ڈبلا کرنا ہے باہر کر کے

روک کر کے علاوہ سینہ کو غوطہ دیتے ہوئے تناؤ کی حالت میں باہر لاؤ اس غوطہ میں قدرے سر و رو کو بھی کام میں لاؤ پھر دوبارہ اصلی حالت پر آکر غوطہ دو اسکو بار بار کرو۔ یہ ڈنڈ ہے۔ ڈنڈ میں گھٹنے نہ مڑیں نہ زمین پر لگیں۔ چند مرتبہ چہرہ سامنے رکھکر اور کبھی داہنے اور کبھی بائیں بھی کر کے لگاؤ۔ اگر سینہ زیادہ بلند ہو تو غوطہ کی جگہ ڈھلوان گہرا کر لو۔ ڈنڈ میں ہاتھوں کی بلندی دو ڈھائی انچ سے جس قدر زیادہ ہوگی اوسی قدر پیروں کا آپس میں درمیانی فصل کم ہوگا۔

بیٹھک سپاٹے کی سیدھے کھڑے ہو کر یک لخت آگے بڑھکر پنجوں کے بل اس طرح بیٹھو کہ سرین ایڑی سے نہ لگیں اور کمر سیدھی رہے بیٹھتے وقت ہاتھوں کو آگے کی طرف مٹھی بند کر کے مونڈھوں تک اٹھاؤ۔ پھر اوسی جگہ واپس آکر سیدھے کھڑے ہو کر دوبارہ اسی طرح کرو جہاں کھڑے ہیں پیروں کا فصل جسقدر رہے اوس سے کچھ زیادہ بیٹھنے میں ہونا چاہیئے اس محنت میں ایڑی زمین پر نہ لگے یہ سپاٹے کی بیٹھک ہے۔ سانس کے متعلق بدستور حکم ہے۔

مونگری ناف کے برابر لانبی ایسے طور پر بنی ہوئی ہو کہ اوپر سے پتلی اور نیچے کو بتدریج موٹی ہوتی چلی جائے اور آخر میں مونگری کا دامن نسبتاً زیادہ چوڑا ہو۔

سیدھے کھڑے ہو کر پیروں کا فصل ایک بالشت رکھکر مونگریاں اس طرح اوپر اٹھاؤ کہ ان کا نچلا حصہ آپس میں ملا چلا آئے اوپر لاکر مونگری کا رخ آسمانی کر کے ہاتھوں پر قایم کر لو لیکن مٹھی جس سے مونگری کی گرفت ہے اپنی ناف کے برابر رکھو اگر پہلوان ہے مونگری داہنے مونڈھے کے اوپر سے پشت کی طرف نیچے کو سوتی ہوئی واپس آئے اور اسی طرح بائیں طرف سے داہنی طرف کو آئے۔ اگر پہلوان نہیں ہے تو ناک کی سیدھ اٹھا کر سر سے پر پشت کی سمت کو گھما کر واپس لاؤ اسی طرح بائیں سمت سے داہنے طرف کو ان دونوں طریقوں میں ہاتھ ناف پر آکر ٹھہرے مونگری ہلاتے وقت بدن کا کوئی حصہ سوائے ہاتھوں کے نہ ہلنا چاہیئے۔ مونگری ہلانیکا یہ طریقہ سادگی میں سب سے افضل ہے۔

دوڑ۔ لنگر۔ لنگوٹ کے ساتھ دوڑنا اس طرح پر کہ تیز ہو نہ مدھم اور بدن ڈھیلا ہو نہ اکڑا ہوا جسقدر لانبا قدم بے تکلف پڑ سکے ڈالو اور اتنی روانی پیدا کر لو کہ جو قدم دوڑ میں ارادتاً پڑتا ہو کھڑے ہو کر کوشش کرنے پر نہ پڑ سکے یہ چاروں طریقے سادہ ورزش کے ہیں۔ ان ورزشوں کو بتدریج بڑھانے سے دم خم بھی بڑھتے ہیں کمال کو پہونچ جاتے ہیں۔ ڈنڈ سے تمام بدن کا خون سمٹ کر سر سینہ کی طرف مائل ہو کر اور بیٹھک سے اسفل کی طرف اترتا ہے ہاتھوں میں